"Arya mazhab ki haqeeqat" Urdu book>
writer: shaikh Mohammad Yousuf, Ex editor "Akhbar-e-nau" –ex "sawran Singh"

آریہ مذہب کی حقیقت

مصنفہ

شیخ محمد یوسف ایڈیٹر اخبار نو سابق سورن سنگھ

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
آریہ مذہب میں مکتی کا دروازہ قطعی بند	۱
آریہ مذہب کی تنگ دلی	۱۰
مختلف مذاہب کے ہادیوں کے متعلق آریوں کی خطرناک بدزبانی	۱۵
آریوں کا مسئلہ نیوگ اور انسانی غیرت	۱۹
مسئلہ نیوگ اور قانون	۲۷
ویدوں میں جدال و قتال کی خطرناک تعلیم	۳۰
کیا آرین وید الہامی ہیں؟	۳۳
آریہ سماج کے ممبروں کی حالت	۳۷
ویدوں کی اندرونی سیر	۴۰
اندرونی سیر کا کچھ اور نظارہ	۴۵
ویدک ایشور کے کارنامے	۴۷
تناسخ کا بودا پن	۵۰
پنڈت دیانند کا سنیاس عملی کسوٹی پر	۵۸
آرین کتب میں شدھی کا دروازہ بند	۶۳
آریہ سماج مذہبی سوسائٹی ہے یا ایک سیاسی گروہ	۷۲
روح و مادہ کی ازلیت کا رد	۸۲
آریہ سماج کا راجپوتوں کی قومیت پر خطرناک حملہ	۸۷

کلام دو مناظرے

۱۹۶۲

۶۲۴۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

آریہ مذہب کی حقیقت

آج کل آریہ سماجی بیچارے بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنی اشُدھی کے جال میں پھنسا رہے ہیں۔ پیشتر اسکے کہ سادہ لوح مسلمان آریوں کی چکنی چپڑی باتوں کی طرف دھیان کریں یہ ضروری ہے کہ وہ اس نوزائیدہ مذہب کو عملی کسوٹی پر رکھ کر دیکھ لیں۔ اگر انسان دو پیسہ کی ہنڈیا لیتا ہے تو وہ بھی خوب ٹھونک بجا کر۔ اور یہ مذہب کا معاملہ ہے جس کے ساتھ لوک (دنیا) اور پرلوک (عاقبت) کا نفع و نقصان وابستہ ہے۔ اسلئے یہ ضروری ہے کہ آریوں کی دعوت کو قبول کرنے سے پہلے ارتداد کی طرف قدم اٹھانے والے اس مذہب کے متعلق خوب جانچ پڑتال کر لیں کہ جس بیابان میں وہ داخل ہونا چاہتے ہیں وہ کسطرح کانٹے دار جھاڑیوں سے پُر ہے۔ جس میں آرام سے ایک قدم اٹھانا دوبھر اور محال ہے۔ سب سے اول نجات کا سوال ہے۔ یہ دنیا چند روزہ ہے پرلوک اور عاقبت ایک دائمی اور سدا رہنے والی چیز ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا آریہ مذہب پرلوک یا عاقبت میں اپنے پیرؤوں کو ہمیشہ کی نجات دلا سکتا ہے۔ اگر نہیں دلا سکتا تو پھر ایسے مذہب کو اختیار کرنے سے سوائے اسکے کہ اپنی عاقبت خراب کی جائے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے +

آریہ مذہب میں مُکتی کا دروازہ قطعی بند

ایشور اپنے بھگتوں کے بھی گناہ معاف نہیں کرتا	سوامی دیانند صاحب ارد و ستیارتھ

پرکاش صفحہ ۲۴۹ سطر ۱۷ میں تحریر فرماتے ہیں۔

سوال۔ ایشور اپنے بھگتوں کے پاپ معاف کرتا ہے یا نہیں؟ جواب نہیں۔ کیونکہ اگر وہ پاپ معاف کرے تو اُس کا انصاف جاتا رہے اور تمام انسان پاپی ہو جائیں کیونکہ در گذر کے سنتے ہی اُنکو پاپ کرنے میں بیخوفی اور حوصلہ پیدا ہو جاتے مثلاً اگر راجہ گناہ معاف کر دیا کرے تو لوگ حوصلہ پا کر اور بھی بڑے بڑے گناہ کریں کیونکہ راجہ گناہ بخشدیا کرے گا اور اُنکو بھی بھروسہ ہو جاوے گا کہ ہم راجہ سے بذریعہ حرکات ہاتھ جوڑنے وغیرہ کے اپنا قصور معاف کرا لیویں گے۔ جو لوگ قصور معاف نہیں کرتے وہ بھی تقصیروں سے نہ ڈر کر پاپ کرنے میں راغب ہو جاویں گے اسلئے تمام اعمال کا مناسب نتیجہ دینا ایشور کا کام ہے نہ کہ معاف کرنا +

پھر سوامی صاحب اور ان کے پیرو کاروں کا قول ہے کہ اُس شخص کو جسنے ۹۳ حصہ نیکی کی اور صرف ایک حصہ بدی کی ہے۔ ہر حالت میں اسقدر گناہ کے عوض میں بھی تکلیف میں جانا پڑے گا یعنی وہ یہ مانتے ہیں کہ گناہ کسی حالت میں کسی شرط پر بھی کسی طرح معاف نہیں کیئے جا سکتے +

اب یہ تو صاف ظاہر ہے کہ ویدک دھرم رتی بھر بھی گناہ نہیں بخشتا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ انسان خواہ کتنی ہی احتیاط کیوں نہ کرے۔ کیسا ہی محتاط عاقبت اندیش پھونک پھونک کر قدم رکھنے والا کیوں نہ ہو ہرگز ہرگز گناہوں سے قطعی پاک و صاف نہیں رہ سکتا۔ ممکن ہے کہ بعض آریہ مذہب سے ناواقف لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو کہ گناہ کی سزا تو ضروری ہے ہاں اگر کوئی تضرع عاجزی۔ حلیمی۔ مسکینی سے خداوند تعالیٰ کے حضور گڑگڑائے تو خدا اسکے گناہ معاف کر دے۔ شاید دعا، پرارتھنا کے ذریعہ گناہ معاف ہو جاویں۔

بیشک یہ ایک سوال معقول ہے جو آریہ مذہب سے ناواقف لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو سکتا ہے سو اس کے متعلق سوامی دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۳۵ سطر ۹ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

یہ محبت کیسی

سوال۔ پرمیشور کی استتی (حمد و ثناء) پرارتھنا (مناجات) اپاسنا (حضوری مراقبہ) کرنا چاہیئے یا نہیں؟ جواب کرنی چاہیئے *

سوال کیا استتی وغیرہ کرنے سے ایشور استتی کرنیوالے کا پاپ دور کر دے گا؟
جواب۔ نہیں۔

سوال پھر استتی۔ پرارتھنا کیوں کی جائے۔ جواب ان کے کرنیکا نتیجہ اور ہی ہے
سوال کیا ہے جواب استتی پرارتھنا وغیرہ کرنے سے ایشور کے ساتھ محبت پیدا ہوتی ہے *

اس جگہ سوامی صاحب نے اس امر کو قطعی صاف اور واضح کر دیا کہ انسان خواہ کیسے ہی گڑگڑا کر ایشور کے حضور گریہ و زاری اور پرارتھنا وغیرہ کرے مگر وہ کسی کا رتی بھر بھی گناہ معاف نہیں کرتا۔ مگر اسکے ساتھ ہی سوامی جی نے لکھدیا کہ پرارتھنا کرنے سے محبت پیدا ہو جاتی ہے پیارو ایک شخص کے سامنے ہم روتے ہیں چیختے ہیں۔ چلاتے ہیں۔ پیٹتے ہیں مگر وہ ہمارا رتی بھر بھی گناہ معاف نہیں کرتا اور خشخاش کے دانہ کی برابر چیز وہ اپنی گرہ سے دے نہیں سکتا تو بتلاؤ اب اس سے محبت ہو تو کیسے ہو۔ محبت ہمیشہ احسان اور مروّت سے پیدا ہوتی ہے تو جب بقول سوامی دیانند صاحب ویدک ایشور نہ رتی بھر گناہ بخشتا اور نہ رائی کے دانہ کے برابر کوئی چیز دے سکتا ہے۔ گویا مہر۔ محبت۔ احسان اور مروت کی کوئی بات بھی اس میں نہیں تو خدارا بتلاؤ کہ محبت کیسے ہو۔ نیچر پر نظر دوڑاؤ۔ دائیں بائیں آگے پیچھے غور کرو وہ چیزیں جو ہماری محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہیں انہیں ہمارے آرام اور سکھ کے سامان ضرور موجود ہیں۔ بدون آرام اور سکھ کے بلا وجہ اور بلا سبب آج تک نہ کسی سے محبت ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی۔ اب یہ صاف ظاہر ہے کہ ویدک دھرم کسی کے گناہ نہیں بخشتا اور یہ بھی صاف ہے کہ آریہ مذہب میں جیو ہتیا سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہزار اور لاکھ پرارتھنا اور توبہ سے بھی ایشور گناہ نہیں بخشتا۔ اب قابل غور سوال یہ رہ جاتا ہے کہ

کیا آریہ مذہب کے عقائد قابلِ عمل ہیں

کیا آریہ مذہب کے عقاید واقعی ایسے اعلیٰ اور افضل ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان جیو ہتیا اور گناہوں سے دور رہکر آسانی اور سہولت سے نجات پا سکتی جو کسی دھرم اور مذہب کا اعلیٰ نتیجہ ہے حاصل کر سکتا ہے تو اسکے لیئے ہمیں کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے سب سے اول ہم آریہ مذہب کے مایہ ناز عقیدہ اور اصول اعظم ہون پر غور کرتے ہیں کہ کیا آریہ ہون کا طریقہ جسکی ادائیگی آریہ صاحبان پر ایسی ہی ضروری ہے جیسے مسلمانوں کے ہاں نماز کا ادا کرنا۔ یہ عقیدہ آریوں کی نجات کے لیئے کہانتک مدد کر سکتا ہے

آریہ بننے کے لیئے بیش بہا اشیاء کو آگ میں جھونکو

سوامی دیانند جی یجروید تیسرے ادھیائے کے پہلے منتر کی یہ تفسیر کرتے ہیں۔ "اے عام انسانو جیسے ایندھن سے اچھی طرح روشنی ہوسکتی ہے۔ تم ان لکڑی گھی وغیرہ سے مادی لوک کو روشن کر۔ جیسے اگنی یا سنیاسی کی سیوا کرتے ہیں ویسے ہی تم لوگ آگ کا ہون کرو۔ اور اس آگ میں خوشبو کیسر وغیرہ اور میٹھا گوڑ شکر وغیرہ طاقت دینے والی دودھ وغیرہ بیماری کو دور کرنے والی سوم لتا یا گڑچی وغیرہ اور شدھی ان چار قسم کی چیزوں سے اچھی طرح ہون کرو۔"

پھر یجروید ادھیائے ۲ منتر ۹ کی تفسیر میں سوامی صاحب یہ لکھتے ہیں "ہون چھوڑنے کے لائق جو گھی وغیرہ اچھے اچھے پدارتھ ہیں۔ اور اچھی طرح پاک و صاف کیئے ہوئے ہون کے لائق کستوری اور کیسر وغیرہ پدارتھ ہیں ہون کی اگنی بھینٹ کرو" پہلے ہون کی سامگری کا سامان اب ذرا غور کرو خیال فرماؤ۔ کہ آجکل گھی عطر چندن کستوری کیسر وغیرہ اشیاء کسقدر مہنگی۔ ایک غریب آریہ جسکی آمدنی بمشکل پندرہ روپیہ ماہوار کی ہے۔ کنبہ دار ہے جیسے قحط سالی اور کم آمدنی کی وجہ سے گھی ہنڈیا میں ڈالنے کے لیئے بھی میسر نہیں آسکتا ہے

خدارا غور کرو۔ وہ ہون کی آگ میں جلانیکے لیئے گھی کہاں سے لائیگا اور پھر جس غریب نے کبھی عطر۔ چندن۔ کستوری اور کیسر کی شکل تک نہیں دیکھی وہ ان گراں بہا چیزوں کو آگ میں پھونکنے کے لیئے کہاں سے پیدا کریگا۔ گھی۔ عطر۔ چندن۔ کستوری جیسی قیمتی چیزونکو روزانہ ہون کے واسطے آگ میں ڈالنے کیلیئے کم سے کم ہر ایک آریہ کو پندرہ یا بیس روپیہ ماہوار کا متحمل ہونا پڑیگا وہ بھی اگر احتیاط سے خرچ کرے۔ تو بتلاؤ کہ وہ شخص جو بمشکل پندرہ بیس روپیہ کا ملازم ہے وہ اپنی تنخواہ سے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالے گا یا اُسے کستوری کیسر کو آگ میں جلانے کے لیئے خرچ کریگا۔ معلوم ہوا کہ آریہ مذہب غریبوں کے لیئے نہیں ہے حالانکہ مذہب کا یہ اصول ہونا چاہیئے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یعنی انسانی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہ ہو۔ اسلام کے ہون یعنی نماز کے لیئے کیا ضرورت ہے وضو کے لیئے ایک لوٹا پانی کی۔ اگر بیمار ہو تو تیمم کافی ہے یہ اصول جیسا کہ ایک بادشاہ کے لیئے قابل عمل ہے ویسا ہی ایک گدا کے واسطے بھی ◆

قیمتی اشیاء کو آگ میں جھونک کر بھی مکتی نہیں

بفرض محال چند دولتمندوں نے ہون کو باقاعدہ ادا کیا اور کستوری۔ کیسر۔ عطر۔ چندن۔ گھی وغیرہ کو آگ میں جھونکا تو کیا ان چیزوں کے جلانے سے خدا خوش ہو کر انہیں نجات دیدیگا؟ جب ہم اسپر غور کرتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ نجات کیا بلکہ آریہ سماج کے مسلمہ اصول کے مطابق نجات ہے اور نہ ہوگی کیونکہ آریہ مذہب میں گناہوں کی معافی نہیں۔ پھر نجات کیسی۔ آپ حیران ہونگے کہ یہ کیسے؟ ہون میں کونسی ایسی چیز ہے جو ثواب کے بجائے پاپ کی طرف لیجاتی ہے تو دوستو! اسکے لیئے ہون دوہرانیکی ضرورت نہیں ہے۔

ہون اور جیو ہتیا [illegible]

ہون میں کستوری کا ہونا ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔ مگر آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ کستوری کہاں سے آتی ہے۔ جبتک ہرن کو نہ مارا جائے کستوری حاصل نہیں ہوتی

گویا کستوری حاصل کرنے کے لیئے بے انتہا ہرنوں کی جانیں لینی پڑینگی اور پھر کہیں جا کر ہوں کی سامگری تیار ہو گی۔ ممکن ہے کوئی دوست یہ کہدے کہ جب ہرن اپنی موت مر گیا اُسوقت اُس سے کستوری لے لی تو ہمیں کونسا پاپ ہو گیا۔ مگر دوستو! حقیقتاً یہ بات نہیں جو شکاری لوگ ہرن سے کستوری لیتے ہیں اُن سے دریافت کرو کہ کستوری کس طرح حاصل ہوتی ہے۔ اول جب ہرن پر گولی وغیرہ چلائی جائے اور وہ تڑپ رہا ہو تو ایسی نزع اور جان کندن کی حالت میں کستوری لے جائے تو فنہا ورنہ کستوری تمام جسم میں سرایت کر جائیگی اور پھر اسکا حاصل کرنا قطعی مشکل ہو جائیگا تو گویا کستوری حاصل کرنیکے لیئے نہ صرف ہرن پر گولی چلانیکی ضرورت ہے بلکہ اسکے ساتھ جان کندن کی حالت میں کستوری کو الگ کرنیکے لیئے حد درجہ کی بے رحمی بھی ضروری ہے۔ پس ویدک دھرم تو ایک رتی کیا خشخاش بھر بھی گناہ نہیں بخشتا۔ فرمایئے ہون کے کرنے سے نجات ہو گی یا نجات سے دوری۔ سو چکر جواب دو کہ وہ نعمت غیر مترقبہ یعنی نجات جسکی حرص اور کشش کے ذریعہ آریہ صاحب سناتنیوں۔ مسلمانوں۔ عیسائیوں اور سکھوں وغیرہ کو اپنی طرف بلاتے ہیں خود ان کے مذہبی عقائد ہی مکتی کے خواہشمند کو مکتی میں پہنچاتے ہیں یا اُسے مکتی سے دور لے جاتے ہیں۔

نجات کیلیئے چار سو سال عمر کی شرط

پھر سوامی دیانند صاحب ارد و ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵ سطر ۱۴ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اتالیق اور ماں باپ بچوں کو پہلی عمر میں علم اور خوبیوں کے حصول کے لیئے ریاضت کش بنائیں اور اس طور کی نصیحتیں کریں کہ بچے از خود اکھنڈ (لا تزلزل) برہمچریہ رکھکر اور تیسرا اعلیٰ درجہ کا برہمچریہ کر کے مکمّل یعنی چار سو سال کی عمر حاصل کریں کیونکہ جو شخص اس قسم کا برہمچریہ کر کے چار سو سال کی عمر حاصل کرتے ہیں وہ ہر قسم کے امراض سے چھوٹ کر دھرم ارتھ کام موکش (نجات) کو حاصل کرتے ہیں"

اب ہم غور کرتے ہیں کہ کیا ہمارے آریہ دوستوں میں کسی نے اعلیٰ درجہ کا برہمچریہ رکھکر چار سو سال تک عمر بڑھا کر نجات کو حاصل کیا تو جب ہم آریہ سماج پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں

اس کا جواب نفی میں ملتا ہے۔ خود ہم سوامی دیانند صاحب کے نمونہ پر غور کرتے ہیں تو آپ برہمچاری کیا باوجود بال برہمچاری ہونیکے ستر سال کی عمر میں سفید ریش ہوکر اس دنیا سے چل بسے حالانکہ چارسو سال کی عمر والے کو ۷۰ سال کی عمر میں ڈاڑھی تک بھی نہیں آنی چاہیئے تھی تو جب شرط ہی پوری نہ ہوئی تو ہم مشروط یعنی نجات کی کیا توقع رکھیں۔

بفرض محال اگر کسی شخص نے بقول سوامی دیانند صاحب ۴۸ سال برہمچریہ رکھکر چارسو سال کی عمر کو حاصل بھی کرلیا۔ اول تو یہ قطعی ناممکن ہے کیونکہ آریہ سماج کی ہسٹری میں ہمیں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی ہاں اگر سوامی دیانندجی کی خاطر یہ مان بھی لیں کہ کسی شخص نے ۴۸ برس کا برہمچریہ رکھ کر چارسو سال کی عمر کو حاصل بھی کرلیا تو کیا پھر نجات حاصل ہوجائیگی۔ آہ پھر بھی نہیں۔

چارسو برس کی عمر پاکر بھی نجات سے دوری

۴۰۰

کیونکہ سوامی دیانندجی کے قائم کردہ اصول پر چلکر چارسو برس کی عمر کو پاکر نجات کیا حاصل کرے گا بلکہ نجات سے بہت دور چلا جائے گا۔ آپ حیران ہوں گے کہ ہیں یہ کیوں اور کیسے؟ ایک شخص جب بقول سوامی جی کے اعلیٰ درجہ کا برہمچریہ بھی رکھتا ہے اور چارسو برس کی عمر بھی پالیتا ہے پھر وہ کیسے نجات اور مکتی کو نہیں پائیگا۔ دوستو! اسکے لیئے ہمیں کہیں دور جانیکی ضرورت نہیں ہے۔ سوامی دیانند صاحب اسی ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۳۳۶ سطر ۱۲ میں تحریر فرماتے ہیں "نہایت درجہ کی تموگنی وہ نہ چلنے والی نباتات درخت وغیرہ کیڑے مکوڑے مچھلی۔ سانپ۔ کچھوے۔ مویشی مرگ کا جنم پاتے ہیں (منو ۱۲ و ۴۲)

اسجگہ سوامی جی نے نباتات میں بھی روح کو تسلیم کیا ہے۔ بغیر سبزی۔ اناج۔ مکان کے انسان کا گزارہ قطعی مشکل ہے۔ بقول سوامی جی کے سبزی میں روح موجود۔ اناج میں روح موجود۔ درخت مکان بنانے کے لیئے اس میں روح موجود۔ اور روح یا جیو کی ہتیا سے بڑھ کر سوامی جی کے نزدیک اور کوئی پاپ نہیں ہے تو گویا انسان جسقدر لمبی عمر حاصل کرے گا اتنی ہی زیادہ سبزی۔ اتنا ہی زیادہ اناج اور اتنے ہی زیادہ درخت

وغیرہ استعمال میں لائے گا اور جسقدر ان اشیاء کا استعمال ہوگا اتنی ہی زیادہ جیو ہتیا ہوگی اور جتنی زیادہ جیو ہتیا ہوگی اُتنا ہی زیادہ گناہ ہوگا۔ تو فرمائیے چار سو برس کی عمر حاصل کرنیکے بعد بھی تو نجات کا ملنا مشکل ہو جاتا ہے بلکہ نجات سے زیادہ دور چلا جاتا ہے

آریہ مذہب میں نجات کا دروازہ بند

اگر بفرض محال کوئی ایسا مہاتما ہم مان لیں جو نہ مکان میں رہنے کا پابند ہو اور نہ سبزی کھائے اور نہ اناج وغیرہ کھانے کا پابند ہو۔ مگر اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ہوا میں سانس ضرور لے گا۔ پانی پیئے گا اور سوامی صاحب کے عقیدہ کے مطابق ہوا اور پانی میں جیو موجود ہیں جیسا کہ آپ ستیارتھ پرکاش ص ۲۲۹ سطر ۲ میں فرماتے ہیں۔ "اس کے بعد دھرم راج یعنی پرمیشور اس جیو کے پاپ پُن کے مطابق ہوا۔ اناج۔ پانی کے ذریعہ سے دوسرے کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے"۔ جب ہوا اور پانی میں جیو موجود ہیں اور جبکہ جدید تحقیقات سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ ایک قطرہ پانی میں بکثرت کیڑے موجود ہیں تو اب بغیر سانس اور پانی کے تو انسان کا گزارہ قطعی مشکل ہے اور ان میں جیو موجود ہیں تو انسان جیو خوری یا جیو ہتیا سے تو سوامی جی کے اپنے پیش کردہ اصولوں کے مطابق کسی طرح سے بھی نہیں بچ سکتا۔ اور ایشور جی مہاراج ایک رتی بھر بھی گناہ معاف نہیں کر سکتے کون کہہ سکتا ہے کہ پانی اور ہوا کے ذریعہ کسقدر جیو انسان کے اندر گئے +

اول تو ایسا مہاتما ملنا مشکل ہے ہاں اگر ہم اپنے آریہ دوستوں کی خاطر مان لیں کہ کوئی ایسا مہاتما دنیا میں میسر بھی ہو جائے جو نہ روٹی کھائے نہ پانی پیئے نہ سانس لے تو پھر کیا اسقدر مجاہدہ کے بعد بھی انسان کو مکتی ملے گی یا نہیں۔ قیاس چاہتا ہے کہ اس کا زبردست مجاہدہ اس امر کی ضمانت ہونا چاہیئے کہ وہ شخص جس نے جیو ہتیا کے خوف سے نہ روٹی کھائی نہ پانی پیا نہ سانس لیا اسکو ضرور مکتی ملنی چاہیئے مگر سوامی صاحب اس شخص کے لیے بھی مکتی نہیں بتلاتے۔ آپ حیران نہیں پریشان ہوں گے کہ یہ کیوں۔ اور کیسے؟ سوامی صاحب اردو ستیارتھ پرکاش ص۲۳۰ سطر آخر میں لکھتے ہیں

نجات قطعی ناممکن

سوال موکش طبعی ہے یا عارضی۔ جواب عارضی کیونکہ اگر طبعی ہوتی تو بند اور مکتی کبھی ور نہ ہوتے۔"

پھر ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۱۵ پر سوامی صاحب لکھتے ہیں۔

سوال مکتی وہی ہوتی ہے جس سے علٰحدہ ہوکر پھر دنیا میں نہ آئے جواب یہ بات ٹھیک نہیں کیونکہ ویدوں میں اس بات کی تردید کیگئی ہے مکتی ہمیشہ کے لئے نہیں ہے۔ بتلاؤ۔ اگر مکتی دائمی نہیں تو پھر اس مکتی سے کیا فائدہ۔ یہ مکتی کس کام کی جو آج جیو مکتی میں آرام اور سکھ میں ہیں۔ کل وہ بلا وجہ اور بلا سبب مکتی خانہ سے نکال کر اس دنیا میں بھیجدیا جاتا ہے۔ پیارو گرمی کے موسم میں اس شملہ کی سیر کا کیا فائدہ جو کچھ دنوں کے لیئے تو شملہ کی رہایش کی اجازت ملتی ہے اور پھر جون اور جولائی کے دنوں میں ہی رخصت نہ جانے کا حکم ہو جاتا ہے۔ پیارو ایسے مہتمم بندوبست ہونے سے کیا فائدہ جو آج تو مہتمم بندوبست ہوکر تمام عملہ پر حکمراں ہے اور کل یا کچھ دنوں بعد بلا وجہ اور بلا سبب اُسے جریب کش بنادیا گیا۔ ایسے کمانڈر انچیف ہونے سے کیا فائدہ کہ جو آج تو سپہ سالار ہوکر تمام افواج پر حکمراں ہے اور کل بلا وجہ اور بلا سبب سائیس بنا دیا جاتا ہے۔ یہی حال آریہ سماج کی مکتی کا ہے۔ یہ مکتی نہیں ہے جو ویدک دھرم ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔

ویدک ایشور کی بے بسی

آپ حیران ہوں گے کہ سوامی صاحب نے جیو کو دائمی مکتی سے کیوں محروم رکھا۔ دوستو اس میں بھی ایک بھید ہے۔ سوامی جی کے نزدیک ارواح محدود ہیں۔ پہلے جسقدر خود بخود پیدا ہوگئیں سو ہوگئیں اب نہ ایشور ایک روح کم کر سکتا ہے نہ زیادہ جب ارواح کی تعداد کو محدود مانا گیا تو اس صورت میں دائمی مکتی ملنے سے یہ قباحت لازم آتی ہے کہ جو روح مکتی خانہ میں گئی وہ تو گویا ہمیشہ کے لیئے ایشور کے ہاتھ سے گئی۔ آج ایک گئی کل دوسری پرسوں تیسری علیٰ ہذا القیاس ایک دن ایسا آتا کہ ویدک ایشور کے ہاتھ میں اس دنیا کا سلسلہ چلانے کے لیئے ایک روح بھی نہ رہتی۔ ویدک ایشور یا جو

ستیارتھ پرکاش میں ہونیکے معطل ہو کر ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جاتا۔ کیونکہ ارواح پیدا نہیں کرسکتا۔ دنیا کا سلسلہ چلے تو کیسے اسلیئے سوامی جی نے اس اعتراض سے بچنے کے لیئے دائمی مکتی سے ہی انکار کر دیا۔ پیارو۔ اول تو جس دھرم میں حصول مکتی ہی قطعی ناممکن ہو اور بفرض محال خوش قسمتی سے کسیکو مکتی مل بھی جائے تو وہ دائمی نہ ہو تو بتلاؤ ایسے مذہب کے اختیار کرنے کا کیا فائدہ اول تو مکتی ملنی محال ہے اور اگر بصد مشکل مل بھی جائے تو وہ دائمی نہ ہو۔ فتدبروا۔

آریہ مذہب کی تنگ دلی

ایک مشنری مذہب کہلانیوالے کیلئے وسعت قلبی اور وسیع حوصلگی کی ضرورت ہے۔ اسلام کہتا ہے لَاۤ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ۔ یعنی مذہب کے بارہ میں کوئی زبردستی نہیں۔ جس کا جی چاہے قبول کرے۔ مبلغ کا کام تو صرف پہنچا دینا ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَمَا عَلَيۡنَاۤ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آریہ سماج جو آئے دن اسلام جیسے مطہر و پاکیزہ مذہب پر خطرناک سے خطرناک اور بے بنیاد الزام لگاتا رہتا ہے خود کس پانی میں ہے +

ستیارتھ پرکاش میں دھرم اور ادھرم کی تفسیر	ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۴۷ پر بانیٔ آریہ سماج لکھتے ہیں "جو بے رو رعایت و انصاف کا رویہ سے موصوف ایشور کے احکام ویدوں کے خلاف نہیں وہ دھرم اور جو احکام ویدوں کے خلاف ہیں اُسے ادھرم کہتے ہیں"

وہ دھرم اور جو احکام ویدوں کے خلاف ہیں اُسے ادھرم کہتے ہیں

اسقدر معلوم کرنے کے بعد کہ آریہ اصطلاح میں دھرم کسے کہتے ہیں اور ادھرم کسے کہتے ہیں۔ ہمیں اسکا چنداں فکر نہیں کہ ویدوں کے نہ ماننے والے دیگر مذاہب یا اقوام کو ادھرمی کہدیا۔ اپنے سے الگ عقیدہ رکھنے والے کو دوسرے مذہب کے پیرو عموماً ادھرمی ہی لفظ سے یاد کیا کرتے ہیں۔ صرف قابل غور بات یہ ہے کہ ستیارتھ پرکاش میں ادھرمی پرشوں یعنی جو ویدوں کو نہیں مانتے ان کے لیئے کیا سلوک روا رکھا گیا ہے اس کے لیئے کہیں دور جانیکی ضرورت نہیں۔

ادھرمی لوگوں کے لیئے آریہ سماج کا فتویٰ

ہم ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۴۴۷ کو اٹھا کر دیکھتے ہیں تو وہاں ادھرمی پرشوں کے لیئے یہ لکھا پاتے ہیں۔

"ادھرمی خواہ سب سے بڑھ کر صاحب و بیلہ نہایت بلا فتور اور صاحب لیاقت بھی ہو تو بھی اُسکی بربادی۔ تنزل و تخریب میں لگا رہے یعنی جہانتک ہوسکے وہاں تک اُن کی طاقت گھٹائے"

اب آریہ سماج کے نزدیک نہ صرف مسلمان۔ عیسائی ہی ادھرمی بلکہ سناتنی اور جینی اور سکھ بھی ادھرمی ہیں کیونکہ وہ آریا ویدوں کے نیوگ کے مایۂ ناز تعلیم کو نہیں مانتے ہیں لحاظہ سے وقت ملنے پر آریہ سماج کے نزدیک مسلمان۔ عیسائی۔ سکھ۔ برہمو۔ اور سناتنی وغیرہ برباد۔ تخریب اور تذلیل کیئے جانیکے قابل ہیں۔ اللّٰہُ اَکْبَرْ کہنے والے مسلمانو۔ خدا پر یقین رکھنے والے عیسائیو۔ ایشور کا دم بھرنیوالے برہمو۔ ست سری اکال کا نعرہ بلند کرنے والے سکھو اس آریہ فتوے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔

آریہ دھرم میں دہریہ کی تعریف

سوامی دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش کے گیارھویں سمولاس دوسرے اڈیشن* مطبوعہ ۱۸۹۴ء صفحہ ۳۱۱ پر منوجی کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ جو ویدوں کی نندیا ارتھات اپمان درواچرن رکھتا ہے وہ ناستک ہے۔ مطلب جو ویدوں کی نندیا یعنی بیقدری اور خلاف ورزی کرتا ہے وہ دہریہ ہے۔ مگر منوجی کا اصلی بچن یہ پہلے بھی نہایت تنگدلی پر مبنی تھا پر سوامی جی نے اسکے ساتھ یہ الفاظ زیادہ کرکے کہ جو ویدوں کے خلاف اپنا عقیدہ رکھتا ہے وہ بھی دہریہ ہے اس تنگدلی کو اور بھی چار چاند لگا دیئے جس سے نہ صرف مسلمان عیسائی ہی دہریہ بن سکے بلکہ ست سری اکال کا نعرہ بلند کرنیوالے سکھ بھی ایشور کا دم بھرنے والے برہمو بھی دہریوں کی فہرست میں شامل ہوسکتے ہیں

دھریوں کیلئے حکم

ممکن ہے کہ آپ یہ سوال کریں کہ کیا ہوا اگر اللّٰہُ اَکْبَرْ کا نعرہ بلند کرنیوالے مسلمان ایشور کا دم بھرنیوالے برہمو ست سری اکال کا جیکارہ پکارنیوالے سکھ صاحب اور خدا کی ہستی کے قائل عیسائی وغیرہ

* اردو ترجمہ سوم اڈیشن صفحہ ۴۱۱ *

کل کے کل آریہ سماج کے بانی کے حکم کے بموجب دہریہ بنگئے کسی کے کہنے سے کوئی دہریہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں یہ سچ ہے مگر اسقدر دہریہ کی تعریف کے بعد جو ناطق حکم سوامی جی نے دہریوں کیلئے دیا ہے اُسکا تصور کرتے ہی ہمارے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ سنو! ستیارتھ پرکاش کے دوسرے اڈیشن کے دسویں سمولاس کے صفحہ ۱۴۲ پر یہ حکم صادر فرماتے ہیں کہ "جو شخص وید اور وید کے مطابق تصانیف (ستیارتھ۔ نور) کا بے وقری کرتا ہے اُسکو ذات۔ سے خارج کردیں کیونکہ وہ دہریہ ہے۔ **مطلب**۔ جو کوئی ویدوں کے عقائد (مثلاً نیوگ۔) کو نہیں مانتا اور انکے خلاف اپنا عقیدہ رکھتا ہے۔ ایسے دہریہ کو ذات سے باہر نکال دینا چاہیئے۔ یہ ہے "اہنسا پرمو دھرما" کے مدعیوں کے نرم دلی کے نرم احکام۔ اور ملاحظہ ہو۔

ویدوں کے نہ ماننے والوںکو ملک سے باہر نکالدینا چاہیئے

ستیارتھ پرکاش۔ سمولاس ۳ صہ ۵۹ پر درج ہے "جو شخص وید اور ... وید کے مطابق بنائی ہوئی کتابوں (ستیارتھ پرکاش۔ "نور") کی بیعزتی کرتا ہے اُس وید کی بُرائی کرنیوالے منکر کو ذات جماعت اور مُلک سے باہر نکال دینا چاہیئے"۔

مطلب صاف ہے کہ جو لوگ ویدوں اور سوامی دیانند جی کی کتابوںکو نہیں مانتے انکو اپنی ذات قطار اور مُلک سے باہر نکال دینا چاہیئے۔ اب ہم قرآن مجید کے ماننے والے مسلمانوں اور توراۃ و انجیل کے ماننے والے عیسائیوں اور گرنتھ صاحب کے ماننے والے سکھوں سے دریافت کرتے ہیں کہ سوامی دیانند صاحب کے اس بے لاگ فیصلہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ اگر خدانخواستہ پانچ منٹ کے لیئے گورنمنٹ عالیہ آریوں کے ہاتھ میں قانون وید سے تو اس ملک کے عیسائیوں۔ موسائیوں۔ برہموں۔ جینیوں اور مسلمانوں۔ اور سکھوں کے لیئے جو اودہم برپا ہوسکتا ہے اُس کا تصور کرتے ہی بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں +

ویدوں کے مخالف صفحہ دنیا پر نہ رہنے پاویں

صرف اسی پر بس نہیں۔ شاید کسیکو سوامی جی کے اقوال و احکام کے سمجھنے کے لیئے کچھ شبہ رہ جاوے اسلیئے سوامی جی رگوید

بھاشیہ مطبوعہ سمت ۱۹۳۵ بکرمی صفحہ ۲۷ پر لکھتے ہیں۔ رگوید کے پہلے اشٹک کے پہلے ادھیائے کے ساتویں ورگ کے پانچویں منتر کے پچھلے حصہ کا خلاصہ مطلب جو ناستک نندک وادیہوت منش ہیں وے سب ہم لوگوں کے نواس استھانوں سے دور چلے جاویں۔ کنتو نسچے کر کے اور دیشوں سے بھی دور ہو جاویں۔ ارتہات ادہرمی پرش کسی دیش میں بھی نہ رہنے پاویں۔"

مطلب جو ویدوں کے نہ ماننے والے دہریہ لوگ ہیں وہ سب ہماری جائے رہائش سے دور چلے جاویں نہ صرف ہمارے ملک سے بلکہ دیگر ممالک سے بھی دور ہو جائیں مطلب یہ کہ ویدوں کے نہ ماننے والے کسی ملک میں بھی نہ رہنے پاویں۔ اسکی تشریح کی زیادہ ضرورت نہیں۔ یہ ان لوگوں کی مذہبی کتابوں کے احکام ہیں جو "اہنسا پرمو دہرما" کی گردان کرتے ہوئے تھکتے نہیں۔

دہریئے بیوقوف ویدوں کے مخالف اپنی جڑوں سمیت غرق ہو جائیں

آریہ بھے ونی کے نویں ایڈیشن مطبوعہ سمت ۱۹۷۰ بکرمی صفحہ ۴۹ پر مہارشی دیانند رگوید ۱۔ اشٹک اول ادھیائے ۴ ورگ ۱۰ کے منتر ۸ کا ویاکھیان اسطرح دیتے ہیں۔" اور جو ناستک ڈاکو چور لیشو شش گھاتی مورکھ وشے لمپٹ ہنسا آدی اتم کرموں میں بگھن ڈالنے والے ہیں۔ سوارتھی ہیں۔ وید و دیا ورد ہی انار یہ منش ہیں۔ ان سب دشٹوں کو مول سہت نشٹ کرو۔"

مطلب ویدک ایشور کا حکم ہے کہ جو لوگ بیوقوف اور ان پڑھ ہیں۔ خود غرض ہیں۔ گوشت خور ہیں۔ اچھے کاموں میں بگھن ڈالنے والے ہیں۔ ویدک علوم کے مخالف ہیں اور ویدوں کی نندیا کرنے والے ہیں وہ دہریہ ہیں۔ اسلیئے انہیں جڑوں سمیت نشٹ کر دینا چاہیئے۔ واہ واکیسی رحمدلی کی تعلیم ہے۔ اس رحمدلی کی بھی کوئی حد ہے۔ اگر آج ان رحم دلوں کو خدانخواستہ کچھ مدت کے لیئے قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت ملجائے تو دیکھو کیسا اودھم مچتا ہے۔ خدا وہ وقت نہ لائے۔ آمین۔

ہمارے مخالف ہمارا مذہب قبول کریں یا ہمارے بس میں غلام ہو کر رہیں

سوامی جی بھے ونی سبھا کے صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں۔ جن لوگوں نے برہمچریہ اور گھرست دان یا

سنیاس انو شٹھان برت رہت وید مارگو چھیدی اناچاریوں کو یہا یوگ شاشن کرو جس سے وہ بھی شکشا یکت ہو کے شِشٹ ہوں اتھوا ان کا پران انت ہو جاوے کیا ہمارے وش میں ہی رہیں۔ یعنی جنھوں نے تجرد اور گرہست اور فقیری وغیرہ ان تینوں کو باری باری اختیار نہ کیا ہو۔ ایسے لوگ یا تو ہمارا مذہب قبول کریں یا مر جائیں یا ہمارے غلام ہو کر رہیں یعنی جو لوگ بیاہ کرانے کے بعد فقیر نہیں بنتے ایسے لوگ یا تو آریہ سماجی بنجائیں یا آریہ سماج کے چاکر ہو کر رہیں یا اپنی زندگی سے ہاتھ اٹھائیں۔ مسلمانوں۔ سکھوں۔ عیسائیوں۔ شاتنیوں۔ جینیوں۔ بدھوں۔ بتاؤ تمہارا کیا منشا ہے۔ اب کونسی بات منظور ہے مجرد اور اسکے بعد قبیلدار اور اسکے بعد فقیر بننے کو تیار ہو یا ویدک دھرمیوں کے غلام بننے کے لیئے حاضر ہو۔ بولو کونسی بات منظور ہے +

جو ہم سے محبت نہ کرے یا جس سے ہم دشمنی کریں وہ تباہ ہو جاوے

آریہ بھے ولی نویں اڈیشن کے ۲۶۳ صفحہ پر لکھا ہے کہ جو ہم سے مخالفت کرے یا جس پاپی سے ہم دشمنی کرتے ہیں اسے انصاف کرنیوالے پرمیشور (سبحان اللہ اس انصاف کی بھی کوئی حد ہے) ہمارے لیئے پانی۔ علم۔ دوا سب ناموافق اور دکھ پہنچانے والے ہی ہوں" یعنی جو آریوں سے محبت نہیں کرتا یا جس سے یہ مہربان محبت نہیں کرتے۔ ان "اہنسا پرمو دھرما" کے مدعیوں کی یہ دعا ہے کہ اگر ایسا آدمی بخار میں کونین کھاوے تو اُسے زہر ہو کرنگے اور اگر وہ دردشکم کے لیئے پیپرمنٹ کی گولی کھاوے تو وہ اُسے بارود کی گولی ہو کرنگے۔ اور اگر پانی پیوے تو وہ اُسے مرض استسقا پیدا کرے اور کبھی پیاس نہ بجھاوے۔ حساب کرنے بیٹھے تو پہاڑوں میں گڑبڑ مچ جاوے۔ ذرا ان "اہنسا پرمو دھرما" اور مسلمانوں کو جہادی کہنے والوں کو تاہ آستینوں کی دراز دستی ملاحظہ ہو +

ہندوستان سے باہر رہنے والے لوگ سب راکھشس ملیچھ اور اسر ہیں

ہو سکتا ہے کہ کسی صاحب کے دلمیں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ نظر عنایت ہندوستان کے رہنے والوں کے لیئے ہے۔ ہندوستان سے باہر کالے کوسوں پر رہنے والے جنھوں نے

ان آریہ صاحبان کا کچھ نہیں بگاڑا وہ ضرور آریہ متروں کی نظر کرم سے محفوظ رہے ہونگے مگر جب ہم ستیارتھ پرکاش کی اوراق گردانی کرتے ہیں تو اسمیں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں۔ دیکھو۔ ستیارتھ پرکاش کے آٹھویں سمولاس کے ۲۹۰ صفحہ پر لکھا ہے۔ کہ جو آریہ ورت سے علاوہ ملک ہیں وہ ملیچھوں اور راکھچسوں کے دیش کہلاتے ہیں۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آریہ ورت کے علاوہ۔ مشرقی شمال مشرقی شمال مغربی۔ اور مغربی ملکوں میں رہنے والوں کا نام راکھچس۔ ملیچھ نیز اسر ہے۔ اور جنوب مغرب اور جنوبی اور جنوب مشرق اور جنوبی اطراف آریہ ورت سے باہر رہنے والوں کا نام راکھچس ہے۔ گویا اس تعلیم کی رو سے جاپان چین تبت۔ فارس۔ روم۔ انگلینڈ۔ جرمنی۔ فرانس۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ وغیرہ ملکوں کے رہنے والوں کا نام راکھچس۔ ملیچھ اور اسر ہے۔ اور امریکہ کے وسطی اور جنوبی حصہ لنکا اور آسٹریلیا اور سیام وغیرہ ملکوں کے رہنے والے راکھچس ہیں"۔ معلوم نہیں انگلینڈ فرانس ریاستہائے متحدہ وغیرہ کے رہنے والے لوگوں نے آریہ بھائیوں کا کیا بگاڑا جو انکی نظر عنایت سے یہ بیچارے کالے کوسوں پر بیٹھے ہوئے بھی نہ بچ سکے۔ سوائے اسکے کہ یہ بدقسمتی ہے۔

مختلف مذاہب کے ہادیوں کے متعلق آریوں کی خطرناک بدزبانی

مذہبی آدمی اور سب کچھ برداشت کرسکتے ہیں مگر اپنے بزرگوں کی اہانت اور گستاخی نہیں سن سکتے۔ سوامی دیانند جی نے جو مختلف بزرگان مذاہب کی شان میں سخت کلامی کی ہے اسے پڑھ کر یا سنکر ایکبار تو منجمد خون میں بھی حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہم مختصر سی سوامی جی کی بد کلامی کو دلپر پتھر رکھ کر درج ذیل کرتے۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۲۴ باب ۱۱

شری مدبھاگوت کے مصنف کے متعلق سوامی دیانند کی دُر افشانی۔

واہ رے واہ بھاگوت کے بنانے والے لال بجھکڑ کیا کہنا تجکو ایسی ایسی جھوٹی باتیں لکھنے میں ذرا بھی حیا شرم نہ آئی محض اندھا ہی بنگیا۔۔ بھلا ان بڑے درجہ کی جھوٹی باتوں کو وے اندھے پوپ اور باہر اندر کی پھوٹی آنکھوں والے [illegible] بات ہے کہ یہ انسان ہیں یا اور کوئی۔

ان بھاگوت وغیرہ پرانوں کے بنانے والے پیدا ہوتے ہی کیوں نہ مر گئے۔ ماں کے پیٹ ہی میں ضائع ہو گئے یا پیدا ہونیکے وقت ہی مر کیوں نہ گئے۔ بانیٔ آریہ سماج کی ہنائی بزرگوں کے متعلق یہ دُر افشانی سناتنیوں میں مارے غصہ و رنج کے رعشہ پیدا کرنے کیلئے کافی سے زیادہ ہے۔ کون غیور سناتنی ان باتوں سے آگاہ ہو کر آریہ سماج سے ہاتھ ملانے کے لیئے تیار ہو سکتا ہے۔

جینیوں اور بدھوں کے بزرگوں کے متعلق آریہ سماج کی شستہ کلامی

ستیارتھ پرکاش ہندی دوسرا اڈیشن صفحہ ۴۲۹ و ۴۳۰ پر جینیوں اور بدھوں کے بزرگونکے متعلق آپ لکھتے ہیں۔ ان کے اچارج (بزرگ) سوارتھی (خود غرض) تھے (بدھ مہاتما اور ان کے اور کئی بزرگ جو راج پاٹ اور دنیوی جاہ و جلال کو چھوڑ کر سنیاسی بن دھرم پرچار میں لگ گئے وہ آریہ سماج کے بانی کے نزدیک خود غرض تھے کیسی دیدہ دلیری) پورن ودوان (کامل عالم) نہیں کیونکہ جو سبکی نندیا (برائی) نہ کرتے تو ایسی جھوٹی باتوں میں کوئی نہ پھنستا نہ انکا پریوجن (مطلب) سدھ ہوتا... ان کے اچارج جانتے تھے کہ ہمارا مت پول بال ہے جو دوسروں کو سنا دیں گے تو کھنڈن (رد) ہو جائیگا اسلیئے سب کی نندا کرو اور مورکھ جنوں (یعنی بیوقوفوں) کو پھنساؤ۔" جینی اور بدھ بزرگوں کے متعلق آریہ سماج کے یہ پیار کسقدر سخت ہیں۔ کیا ان ریمارکوں کو کوئی جینی اور بدھ پڑھ کر کانپ نہیں اٹھے گا اور کس طرح اُسکے دل میں آریہ سماج کے لیئے نیک خیال پیدا ہو سکتا ہے۔

سکھوں کے متعلق آریہ سماج کی مہذب کلامی

امرتسر کے لیئے سکھ دوستوں کے دلوں میں جسقدر احترام اور عزت ہے وہ ایک ظاہر شدہ حقیقت ہے اسکے متعلق سوامی دیانند جی ستیارتھ پرکاش تیسرے اڈیشن کے باب ۱۱ صفحہ ۳۲۲ پر لکھتے ہیں۔ اس تالاب کا عرف نام ہی امرت سر ہے جب کبھی جنگل ہوگا تب اسکا پانی اچھا ہوگا اسلیئے اسکا نام امرت سر رکھدیا ہوگا

آریہ سماج کے نزدیک سکھ بت پرستوں سے بھی بڑھ کر ہیں

ستیارتھ پرکاش باب ۱۱ صفحہ ۳۶۵ پر

سوامی دیانند جی لکھتے ہیں۔ "یہ بُت پرستی تو نہیں کرتے لیکن اس سے بڑھ کر گرنتھ (کتاب) کی پوجا کرتے ہیں کیا یہ بُت پرستی نہیں ہے کسی بیجان چیز کے سامنے سر جھکانا یا اُسکی پرستش کرنی تمام بُت پرستی ہے جیسے مورتی (بُت) والوں نے اپنی دوکان جما کر روزی کی صورت نکالی ہے ویسی ہی ان لوگوں نے بھی کری ہے"۔

شری گورو نانک دیو کے متعلق آریہ سماج کی شستہ کلامی

شری گورو نانک دیو جی مہاراج کے متعلق بانیٔ آریہ سماج نے ستیارتھ پرکاش تیسرا اڈیشن اردو صفحہ ۲۶۲ ہندی دوسرا اڈیشن صفحہ ۲۵۶ پر لکھا ہے۔

"چاہتے تھے کہ سنسکرت میں بھی پگ اڑاؤں (ٹانگ اڑاؤں)... یہ بات اپنی بڑائی عزت اور اپنی شہرت کی خواہش کے بغیر کبھی نہ کرتے انکو اپنی شہرت کی خواہش ضرور تھی... جب کچھ خود پسندی تھی تو عزت و شہرت کے لیئے کچھ دمبھ (مکر فریب) بھی کیا ہوگا"۔ اب غور طلب بات ہے کہ شری باوا نانک صاحب ایسے درویش صفت اور عارف باللہ کے متعلق سوامی دیانند جی کا یہ کہنا کہ یہ شہرت کے بھوکے تھے۔ بےعلم تھے اور مکر بھی کیا کرتے تھے۔ کیا یہ الفاظ ناشایستہ سنکر سکھوں کے کلیجے چھلنی نہیں ہو جاتے سکھ اور سب کچھ گوارا کر سکتے ہیں مگر اپنے گورو کی بنسبت گستاخی نہیں سن سکتے۔ سکھوں کے قلب میں گورو بہت عزت کے لائق ہے۔

گور گوبند دوؤ کھڑے کس کے لاگوں پائے ‌‌‌‌ بلہاری گور اپنے جن ست گور دیئے ملائے

یعنی ایک چیلہ کے سامنے گورو اور گوبند (خدا) دونوں کھڑے ہیں وہ اپنے دل سے سوال کرتا ہے کہ مجھے کس کے قدم پکڑنے چاہئیں تو اُسکا دل اُسے جواب دیتا ہے کہ تجھے تو گورو پر ہی قربان ہونا چاہیئے جسکے ذریعہ سے سچے گور (خدا) کے درشن ہوئے +

اب وہ لوگ جنکے دلوں میں گورو کی یہ عظمت ہو اُن کے لیئے گورو نندا سننا بہت مشکل ہے۔ ان واقعات کی موجودگی میں کون غیور سکھ آریوں کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھا سکتا ہے اسلیئے بحیثیت خیرخواہ کے میں آریہ سماج کو یہ نیک مشورہ دیئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جسقدر جلد ممکن ہو سکے آریہ سماج کو مختلف بانیان مذاہب کی شان

میں اُن سپتا خانہ الفاظ کو ستیارتھ پرکاش سے نکال دینا چاہیئے۔ اگر آریہ سماج اس تکلیف دہ حصہ کو ستیارتھ پرکاش سے نکال دے تو اسمیں آریہ سماج کا کوئی حرج نہیں اور اسکے بالمقابل مختلف مذاہب میں ایک پائدار اتحاد پیدا ہو سکتا ہے جو بذات خود مفید اور نہایت قیمتی چیز ہے +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں آریہ سماج کی سخت بے ادبی

ویسے تو الحمد سے لیکر الناس تک قرآن مجید پر جس پیرایہ میں سمولاس ۱۴ میں بانیٔ آریہ سماج کی طرف سے دل آزار نکتہ چینی کی گئی ہے بذات خود وہ بہت معیوب ہے مگر اسکے خاص خاص حصے تو اسقدر پایۂ تہذیب اور متانت سے گرے ہوئے ہیں ممکن نہیں کہ کوئی مسلمان اُن الفاظ کو سُننے اور اسکے رونگٹے کھڑے نہ ہو جاویں۔ ہندی ستیارتھ پرکاش اڈیشن دوم صفحہ ۵۳۸۔ اُردو ستیارتھ پرکاش طبع سوم صفحہ ۶۸۱ دیکھیئے محمد صاحب کی لیلا یہ قرآن قرآن کا خدا اور مسلمان کیول (صرف) پکھپات اور ویا (محض تعصب اور جہالت) میں پڑے ہوئے ہیں اسلیئے مسلمان لوگ اندھیرے میں ہیں اور دیکھیئے محمد صاحب کی لیلا کہ جو تم میرا پکھپ کروگے تو خدا تمہارا پکھپ کرے گا اور جو تم پکھپات روپ پاپ (طرف داری کا گناہ) کروگے اسکی رکھشا (حفاظت) بھی کروں گا اس سے سدھ (ظاہر) ہوتا ہے کہ محمد صاحب کا انتہ کرن (دل) شدھ نہیں تھا اسلیئے اپنا مطلب سدھ کرنیکے لیئے محمد صاحب نے قرآن بنایا یا بنوایا ایسا وِدِت (ظاہر) ہوتا ہے"

اور دیکھو اُردو ستیارتھ پرکاش چودھواں سمولاس صفحہ ۶۷۸ مسلمانوں کا خدا شعبدہ بازوں کی طرح کھیل رہا ہے۔ پھر دیکھو ستیارتھ صفحہ ۷۱۰ شعبدہ بازی کی جھلک دکھلا کر جنگلی آدمیوں کو قابو کرکے جنگلیوں کا خدا بن بیٹھا ہے"! اسی طرح ۷۱۷ و ۷۱۹ و ۷۲۰ و ۷۴۳ صفحات پر اس دریدہ دہنی اور گستاخی و درشت گوئی سے کام لیا ہے کہ میں اسے نقل کفر کفر نباشد کے تحت بھی نہیں لکھ سکتا۔

کانگریسی مسلمانوں اور خلافت کمیٹیوں کے حامیوں کو غور کرنا چاہیئے کہ کیا ایسے لوگوں کے ساتھ جنکی کتابوں میں ہمارے دوجہان کے شہنشاہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسی گستاخی اور بے ادبی سے کام لیا گیا ہے کہ جس کے سننے سے ایک مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہوجائیں۔ اب کس طرح ہوسکتا ہے کہ کوئی غیرت مند مسلمان ایسے لوگوں کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھا سکے مسلمان اور سب کچھ برداشت کرسکتے ہیں مگر اپنے رسول مقبول کی توہین اور گستاخی نہیں برداشت کرسکتے۔

پھر ستیارتھ پرکاش ہندی دوم اڈیشن کے صفحہ ۱۰۵ پر حضرت مسیح علیہ السلام کے واقعہ صلیب پر لکھا ہے "ایسی بردشا د ذلت میں مرنے سے آپ خود قتل ہوکر یا سمادھی چڑھا کر یا کسی اور طور سے جان چھوڑ دیتا تو اچھا ہوتا لیکن عقل بنا علم کیسے آوے" پھر لکھا ہے "سچ تو یہ ہے کہ یہ پستک عیسائیوں کی اور عیسیٰ ایشور کا بیٹا جنھوں نے بنایا وے شیطان ہوں تو ہوں کنتو نہ یہ ایشور کرت (خدائی) پستک (کتاب) نہ اسمیں ایشور اور نہ عیسیٰ ایشور کا بیٹا ہوسکتا ہے۔

آریہ سماج کی ہادیان مذاہب پر یہ سخت نکتہ چینی اور توہین ہے یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ ہندوستان میں کبھی باہمی اتحاد کی لہر دوڑ سکے گی ہندوستان میں اتحاد کی ایک ہی راہ ہے کہ آریہ سماج اس نکمی اور بھونڈی نکتہ چینی کو اپنی کتاب سے نکال دے ... [illegible] نکتہ چینی کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے

آریوں کا مسئلہ نیوگ اور انسانی غیرت

نیوگ کا مسئلہ آریہ سماج میں بہت محبوب ہے اور اس مسئلہ پر آریہ سماج کو بڑا فخر اور ناز ہے۔ عام طور پر لوگوں کو آریہ سماج کے اس بلند پایہ مسئلہ کی [illegible] اگر واقفیت ہو ورنہ علم ہونے پر ہر ایک غیرت مند انسان بلاشبہ اس حیا کش مسئلہ سے کانوں پر ہاتھ

رہے گا اور کوئی غیور انسان اسکو ایک آن واحد کے لیئے بھی پسند نہیں کریگا اسلیئے ہم آریہ سماج کے اس محبوب اور دل آرام مسئلہ کا یہاں مختصر ذکر کر دینا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ لوگ اس مسئلہ سے آگاہ ہو جاویں +

نیوگ سے کیا مراد ہے

نیوگ سے مراد یہ ہے کہ بیوی اپنے خاوند کی موجودگی میں اور اسکے مرنیکے بعد اولاد کے لیئے غیر مرد سے اپنے اور اپنے خاوند کے لیئے اولاد پیدا کرے۔ چنانچہ اس کے متعلق سوامی دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش دوسرا اڈیشن صفحہ ۱۱۹ میں اور تیسرا اڈیشن صفحہ ۱۵۲ پر اس طرح گوہر افشانی فرماتے ہیں +

نیوگ کن حالتوں میں کیا جاتا ہے

جو بیاہا ہوا پتی دھرم کے لیئے پردیس گیا ہوا ہو۔ تو آٹھ برس علم کے پڑھنے کے لیئے گیا ہو۔ تو چھ برس اور دولت کمانیکی غرض سے گیا ہو۔ تو تین برس اسکی راہ دیکھنے کے بعد نیوگ کرکے اولاد پیدا کرے۔ جب بیاہا ہوا خاوند آوے تب نیوگ والے پتی سے الگ ہو جاوے"۔ سوامی دیانند صاحب یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی علم پڑھنے یا ملازمت کے لیئے باہر گیا ہو تو اسکی عورت مقررہ میعاد کی انتظار کے بعد کسی اور مرد سے کرکے اولاد پیدا کرے۔ آجکل دیکھ لو کہ علم و ہنر سیکھنے کے لیئے لوگوں کو کسطرح دور دراز ملکوں میں جانا پڑتا ہے۔ عورتوں کو بجائے اسکے کہ یہ تعلیم دیجاتی کہ تم اپنے خاوند کی غیر حاضری میں نہایت صبر و استقلال سے اپنی زندگی کے دن گزارو۔ برخلاف اسکے انکو یہ کہا جاتا ہے کہ کسی غیر مرد سے تعلق پیدا کرکے اولاد پیدا کرو۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اس تعلیم میں کونسی خوبی ہے اور ایسی تعلیم کہاں تک قابل عمل ہے اور اپنے اندر عالمگیر وسعت رکھتی ہے فطرت انسانی اس امر کو کبھی روا نہیں رکھتی کہ کوئی عورت اپنے خاوند کی غیر حاضری میں کسی غیر مرد سے خاص تعلق پیدا کرکے اولاد جنے اور اسکا اصل خاوند واپس آکر ان بچوں کو دیکھکر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرے۔ فطرت سلیم ان بچوں کو دیکھکر کبھی بھی اپنے لیئے راحت اور دل کا آرام اور آنکھوں کی ٹھنڈک محسوس نہیں کریگی بلکہ وہ بچے

ایک کانٹا ہوں گے جو ہر وقت اس کے کلیجہ کو چھلنی کرتے رہیں گے۔ پھر آگے سوامی جی ستیارتھ پرکاش سوم اڈیشن صفحہ ۱۵۲ میں فرماتے ہیں۔

نیوگ ضرور اور حتی الامکان جلدی ہونا چاہیئے

عورت بانجھ ہو تو آٹھویں برس اولاد ہو کر مر جائے تو دسویں برس اور جب جب اولاد پیدا ہو اور لڑکیاں ہی ہوں۔ لڑکے نہ ہوں تو گیارھویں برس تک اور جو بدکلام بولنے والی ہو۔ تو جلد ہی اس عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کر لے۔ ایسے اگر مرد نہایت تکلیف دہندہ ہو تو عورت کو چاہیئے کہ اسکو چھوڑ کر دوسرے مرد سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے۔ اور اس بیاہے خاوند کی وارث اولاد پیدا کرے"۔ اسجگہ یہ امر قابل توجہ ہے کہ اگر عورت بیمار ہو تو سوامی دیانند صاحب جو آریوں کے نزدیک ہندوستان کا بیڑا پار کرنیکے لئے آئے تھے یہ نہیں کہتے کہ اس عورت کا علاج کیا جاوے بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ کسی غیر عورت سے تعلق پیدا کر کے اولاد پیدا کی جاوے۔ پھر اگر عورت چڑچڑی ہو تو مرد کو یہ تعلیم اور سکشا نہیں دی جاتی کہ خاوند اپنی محبت اور بردباری سے عورت کی چڑچڑاہٹ پر غلبہ حاصل کرے بلکہ یہ تعلیم دیجاتی ہے کہ ایسی حالت میں کسی غیر عورت سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے۔ سبحان اللہ عورت کی چڑچڑاہٹ کو دور کرنیکا کیسا عمدہ علاج ہے۔ کیا ایسی حالت میں مرد کا غیر عورت کے ساتھ نیوگ یا مرد و عورت والا مخصوص تعلق پیدا کرنا یہ اسکے چڑچڑے پن کو اور زیادہ کریگا یا کم۔ دیانند صاحب کا عورت کی چڑچڑاہٹ اور زبان درازی کے دور کرنے کا یہ علاج قریب قریب ویسا ہے جیسا کوئی آگ کو بجھانیکے لئے یہ کہدے کہ اسپر مٹی کا تیل ڈالا جاوے +

نیوگ کار خیر ہے پاپ نہیں ہے

سوامی جی کے حکم کے سمجھنے میں مبادا کسیکو کچھ شبہ رہ جاوے اور اسے فروعی مسئلہ سمجھ کر عمل کرنے سے پہلوتہی کرے تو اسکی متعلق سوامی جی ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۱۴ میں فرماتے ہیں۔

سوال ہمکو نیوگ کرنے میں پاپ معلوم ہوتا ہے جواب جو نیوگ کی بات ہیکپا

مانتے ہو تو بیاہ میں پاپ کیوں نہیں مانتے پاپ تو نیوگ کے روکنے میں ہے۔

نیوگ پر فی الفور عمل ہونا چاہیئے

سوامی صاحب ستیارتھ پرکاش ۱۸۷۵ء صفحہ ۱۴۴ میں فرماتے ہیں "لوگ نیوگ پر فوراً عمل کرنا شروع کر دیں۔ کیونکہ بدون اسکے بدھوا لوگونکو بہت دکھ ہوتا ہے۔ اور بڑا پاپ ہوتا ہے سنسار میں نیوگ پر عمل کرنے سے دکھ اور پاپ کبھی نہ ہوں گے"۔ گویا سوامی صاحب کے نزدیک نیوگ کا کرنا ایک ضروری اور لازمی امر ہے ورنہ بغیر اسکے بدھوا لوگونکو بڑی تکلیف ہوگی اور نیوگ ہی ایک ایسا اُتم کرم یا کار خیر ہے جسکے کرنے سے پاپ دور ہو سکتے ہیں گویا سوامی صاحب نیوگ پر بہت ہی زور دیتے ہیں اور ان کے نزدیک اس بھارت ورش کے اودھار یا نجات کیلئے صرف ایک ہی راہ ہے اور اسی پر عمل کرنے سے بدھواؤں کا دکھ دور ہو سکتا ہے اور ہندوستان پاپوں سے نکل کر دیوتاؤں کا استھان ہو سکتا ہے وہ یہ کہ نیوگ پر عمل کیا جائے۔ سوامی دیانند جی نیوگ پر کیوں اسقدر زور دے رہے ہیں۔ دیگر مذاہب والوں کے نزدیک تو تقویٰ طہارت اور عبادت الٰہی سے انسان گناہوں سے دور رہ سکتا ہے مگر سوامی دیانند صاحب کے نزدیک پاپوں سے دور رہنے کی صرف ایک ہی راہ ہے۔ وہ کیا۔ کہ نیوگ پر فوراً عمل کیا جاوے۔

پھر سوامی صاحب ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۴۸ پر فرماتے ہیں۔

ایک عورت دس تک اولاد پیدا کرے

"ایک بیوہ عورت دو اولاد اپنے لیئے اور دو دو دیگر چار نیوگ شدہ مردوں کے لیئے پیدا کر سکتی ہے اور ایک رنڈوا مرد بھی دو اولاد اپنے لیئے اور دو دو دیگر چار بیوگان کے لیئے پیدا کر سکتا ہے۔ اسطرح سبکو دس دس اولاد پیدا کرنیکی اجازت ہے"۔ اب حیرانی اور تعجب اسپر ہے کہ اگر نیوگ صرف اولاد کے لیئے تھا تو کیا ایک یا دو اولاد پیدا کرنیکے بعد تسلی نہ ہوتی۔ کیا ایک یا دو بچوں پر اولاد کا لفظ عائد نہیں ہو سکتا جبتک دونو ہاتھوں کی انگلیوں کے برابر بچے پیدا نہ ہوں تب تک کیا وجہ کہ نیوگ کی غرض پوری نہیں ہو سکتی اگر نیوگ محض اولاد کیلیئے ہے تو ایک یا دو بچوں پر کفایت کرنی چاہیئے تھی دس کی شرط

کیوں لگائی گئی - کیا کوئی آریہ دوست اس امر پر روشنی ڈالے گا -

نیوگ اور شادی میں فرق

سوامی دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۴۵ میں لکھتے ہیں - اول بیاہ کرنے میں لڑکی اپنے ماں باپ کا گھر چھوڑ کر خاوند کے گھر جاتی ہے اور اسکا باپ سے زیادہ تعلق نہیں رہتا (تو پھر بیاہ کرانا ہی نہیں چاہیئے - نور) مگر نیوگ کی صورت میں عورت اُس بیاہے خاوند کے گھر میں رہتی ہے - (۲) اپنی بیاہی عورت کے لڑکے اُسی بیاہے خاوند کے وارث ہوتے ہیں مگر نیگتا عورت (جس سے نیوگ کیا ہو) کے لڑکے ویرج داتا کے نہ بیٹے کہلاتے ہیں نہ اسکا گوتر ہوتا ہے - اور نہ اسکا اختیار ان لڑکوں پر رہتا ہے بلکہ متوفی خاوند کے بیٹے کہلاتے ہیں - اسی کا گوتر ہوتا ہے - اور اسی کی جائداد کے وارث ہو کر اُسی گھر میں رہتے ہیں - (۳) بیاہی عورت و مرد کو باہم خدمت و پرورش کرنی لازمی ہے - مگر نیوگت (نیوگ شدہ) عورت مرد کا اس قسم کا کوئی تعلق نہیں رہتا (۴) بیاہی عورت و مرد کا تعلق دونوں کی موت تک رہتا ہے - مگر نیوگ شدہ عورت مرد کا تعلق کاریہ کے بعد چھوٹ جاتا ہے - (۵) بیاہی عورت مرد باہم گھر کے کاموں کو سرانجام دینے میں کوشش کیا کرتے ہیں - اور نیوگ شدہ عورت مرد اپنے اپنے گھر کے کام کرتے ہیں +

اب جائے غور ہے کہ سوامی جی نے بیاہ اور نیوگ میں زیادہ سے زیادہ یہ فرق بتایا ہے کہ نیوگی خاوند اور نیوگن عورت سوائے تعلق مخصوص کے پھر کسی کام نہیں آتے اور نہ ایکدوسرے کے غمگسار بن سکتے ہیں - انکا تعلق صرف چند منٹ کیلئے ہے اسکے بعد نہ وہ اسکا واقف اور نہ وہ اُسکا جان پہچان - یہ ایک تعجب اور حیرت کی بات ہے بجائے اسکے کہ مرد اور عورت کا عقد ہو کر تمام عمر کے لیئے ایکدوسرے کے غمگسار اور بہی خواہ بنجائیں یہ اچھا ہے یا یہ بہتر ہے کہ صرف وقت مقررہ کیلئے ان کا حیوانوں کی طرح تعلق ہو جائے اور اسکے بعد نہ ایک کا دوسرا جان پہچان اور نہ وہ دوسرے سے واقف +

دریں حالات رنڈوے مردونکو کیا ضرورت ہے کہ وہ بیاہ کرکے تمام عمر کیلئے ایک عورت کا خرچ برداشت کریں۔ خدارا غور کرو! کہ اسطرح ایک مرد اور ایک عورت کا صرف آن کی آن کیلئے ہی ملاپ ہو اور بعد میں ایکدوسرے سے بیگانے۔ یہ تعلق سوشل لائف کے لیئے کہانتک مددگار اور اسکی ترقی کا باعث ہے۔ ناظرین کرام خود غور فرماویں۔ ایکطرف تو عقیدہ ہے کہ مرد و عورت بیاہ کرکے تمام عمر کیلئے ایکدوسرے کے غمگسار اور محرم دل بنجائیں اور دوسری طرف یہ عقیدہ ہے کہ وہ صرف چند منٹ کے لیئے خاص تعلق پیدا کریں۔ بعد ازاں ایکدوسرے سے بیگانہ بنجائیں۔ بتلاؤ ایک عورت کو ضرورت ہے اپنے لیئے ایک دائمی غمگسار اور ہمدرد کی۔ تاکہ اسکی تمام عمر آرام سے گذرے کیونکہ بیاہ کرنیکا مقصد ہی یہ ہے کہ میاں بیوی ایکدوسرے کے حقیقی غمگسار اور خیر خواہ بنکر اپنی زندگی کو آرام سے گزاریں مگر سوامی جی عورت کی خیر خواہی اسی میں پاتے ہیں بجائے اسکے کہ وہ اپنے لیئے ایک دائمی خیر خواہ اور غمگسار تلاش کرے صرف چند منٹ کے لیئے میاں بیوی کے تعلق مخصوص کے واسطے کسیکو اپنا ویرج داتا بناوے۔

پیارو ایک عورت کو ضرورت ہے ایسے غمگسار کی جو اسکے اڑے وقت میں اسکے گزارہ اور نان و نفقہ کا متکفل ہو۔ ایک بیوہ کو ضرورت ہے ایسے شخص کی جو اسکی بیماری اور دکھ وغیرہ میں اسکا حامی و مددگار رہنے۔ خدارا بتلاؤ۔ آریہ سماج اسکے لیئے کیا علاج بتاتی ہے۔ وہ دھرم جو بجائے اسکے کہ عورت کے لیئے دائمی غمگسار اور خیر خواہ دیوے چند منٹ کیلئے ایک ایسا ویرج داتا دیتا ہے جو عارضی وقت جسکی میعاد زیادہ سے زیادہ آدھ گھنٹہ ہوگی۔ میاں بیوی کے تعلق مخصوصہ پر پورا پورا قبضہ رکھتا ہے مگر بعد اسکے وہ اسکی کسی خیر خواہی اور بہتری کا روادار نہیں ہے۔ خدارا بتاؤ کہ کیا ایسا دھرم عالمگیر ہوسکتا ہے۔ آؤ اب ذرا اور دیکھیں کہ کیا نیوگ صرف اولاد کیلئے ہی جائز اور روا ہے کیونکہ سوامی دیانند صاحب فرماتے ہیں۔ کہ یہ ایسا پاک و پوتر فعل ہے جو صرف ست یگ کی یادگار ہے اور اولاد کے حصول کے لیئے سوامی جی نے بہت کچھ

ہدایت فرمائی ہے۔ چنانچہ سوامی جی اپنے ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۵۲ پر فرماتے ہیں۔

عالی حوصلہ خاوند اپنی عورت سے نیوگ کرائے

"جب خاوند اولاد پیدا کرنیکے ناقابل ہو۔ تب وہ اپنی عورت کو اجازت دے کہ اے نیکبخت اولاد کی خواہش کرنیوالی عورت مجھ سے علاوہ دوسرے خاوند کی خواہش کر کیونکہ اب مجھسے اولاد نہیں ہوسکے گی۔ تب عورت دوسرے کے ساتھ نیوگ کرکے اولاد پیدا کرلے لیکن اُس بیاہے عالی حوصلہ خاوند (اس عالی حوصلگی کی بھی کوئی حد ہے۔ نوٹ) کی خدمت میں کمربستہ رہے۔ ایسے عورت بھی جب بیماری وغیرہ میں پھنسکر اولاد پیدا کرنیکے ناقابل ہو۔ تب اپنے خاوند کو اجازت دے۔ کہ اے مالک آپ اولاد کی امید مجھسے چھوڑ کر کسی دوسری بیوہ عورت سے نیوگ کرکے اولاد پیدا کیجئے۔" اس اقتباس سے یہ امر حقیقۃً ظاہر ہوتا ہے کہ نیوگ صرف حصول اولاد کیلئے ہی روا رکھا جاتا ہے اور یہ ست یگ کی ایک نشانی ہے +

اولاد کیلئے نہیں شہوت کے لئے بھی نیوگ کرو

کیا سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش میں درست حصول اولاد کیلئے ہی نیوگ کو روا رکھا ہے۔ سو یہ خیال لیکر جب ہم ستیارتھ پرکاش کی اوراق گردانی کرتے ہیں تو اسکے صفحہ ۱۵۴ تیسرے اڈیشن میں یہ لکھا پاتے ہیں۔

سوال جب ایک بیاہ ہوگا۔ ایک مرد کے لئے ایک عورت اور ایک عورت کیلئے ایک مرد رہیگا اس عرصہ میں عورت حاملہ دائم المریض یا مرد دائم المریض ہو جاوے اور دونوکا عالم شباب ہو اور رہا نجائے تو پھر کیا کریں۔ **جواب** اسکا جواب نیوگ کے مضمون میں دے آئے ہیں۔ اگر حاملہ عورت سے ایکسال تک صحبت نہ کرنیکے عرصہ میں مرد سے یا دائم المریض مرد کی عورت سے نہ رہا جائے تو کسی سے نیوگ کریں۔" اسجگہ صریح شہوت رانی کیلئے نیوگ کی اجازت دیگئی ہے حالانکہ نیوگ کرنیوالے ویرج داتا کی عورت حاملہ ہے فکر اولاد سے وہ مستغنی ہے پھر محض شہوت رانی کیلئے مرد یا عورت کو نیوگ کی اجازت دینا پرلے درجہ کا معیوب فعل ہے۔ بجائے اسکے کہ ایسے مرد یا عورت کو جو شہوت کے ہاتھوں کسی غیر سے تعلق پیدا کرنیکے خواہاں

ہوں انہیں ڈانٹ بتلائی جائے اور انہیں سختی سے شہوت رانی کے فعل سے منع کیا جائے اور خواہشات نفسانی پر قابو پانے کے لیئے اُسے پوری ہدایت کی جائے۔ کیونکہ ایک اچھے اور عمدہ دھرم یا مذہب کی جو انسان کو باخدا بنانا چاہے۔ اُسکی یہی نشانی ہے کہ انسانوں کو خواہشات نفسانی پر قابو پانیکی ہدایت کرے اور اپنے پیرؤں کے قلوب میں اسقدر پاکیزگی اور طہارت پیدا کر دے کہ وہ اپنے تقویٰ اور طہارت کے ذریعہ خواہشات نفسانی کے بھوت کو کچل ڈالیں۔ کیونکہ کسی مذہب یا دھرم کی یہ ایک بھاری غرض ہونی چاہیئے کہ وہ اپنے پیرؤنکو نفسانی خواہشات کی دلدل سے نکالکر پاکیزگی اور تقدس اور طہارت کے باغیچہ میں لا کھڑا کرے مگر آریہ دھرم بجائے اسکے کہ ایسے اسیر حرص و ہوا کو ڈانٹ بتلائے کہ تم اپنے نفس پر قابو پاؤ۔ اُلٹا اُسے یہ تعلیم دیجاتی ہے کہ اگر تم سے رہا نہ جائے تو تم اس خواہش نفسانی کے سیری کیلئے نیوگ کرو۔ پیارو خدارا غور کرو کیا ایسا دھرم غیور انسانوںکی کشش کا موجب ہو سکتا ہے۔

انسان کی پیدائش کی علّت غائی صرف نیوگ کرنا ہے

پھر آریہ صاحبان کی طرف سے عموماً یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نیوگ ایک آپت کال یعنی اضطراری حالت کیلئے ہے۔ آؤ ہم اسکے متعلق بھی ستیارتھ پرکاش کی اوراق گردانی کریں کہ ستیارتھ پرکاش اسکے متعلق ہماری کسطرف رہنمائی کرتا ہے۔

سو ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۴۸۔ اڈیشن سوم میں یہ لکھا ہے۔

"عورت اور مرد کی پیدائش کا یہی مدعا ہے کہ وہ وید کے حکم کے مطابق بیاہ یا نیوگ سے اولاد پیدا کریں۔" اب اسجگہ سوامی دیانند صاحب نے انسانی زندگی کی علت غائی یہ بتلائی ہے کہ وہ نیوگ کرکے اولاد پیدا کرے۔ پیارو علت غائی اور اور اضطراری حالت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ علت غائی وہ چیز ہے کہ جسکا کرنا ازبس ضروری اور لازمی اور لابدی ہے اور اضطراری حالت وہ ہے کہ مجبوراً قہر درویش برجان درویش کسی چیز کو کیا جاوے۔ اب ہر دو کے حالات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ سوامی دیانند صاحب نیوگ کو اضطراری حالت کا فعل نہیں بتاتے۔

بلکہ اسے انسانی زندگی کی علت غائی قرار دیتے ہیں۔ اور مذاہب والوں کے نزدیک تو انسانی زندگی کی علت غائی یہ ہے کہ وہ نفسانی خواہشات کو پاؤں تلے روندتا ہوا تقوے اور طہارت کی طرف قدم مارے مگر دیانند صاحب فرماتے ہیں کہ انسانی زندگی کی علت غائی یہ ہے کہ وہ نیوگ کرکے بچے پیدا کرے۔

اب ہر دو حالت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ فعل جسے سوامی دیانند صاحب انسانی زندگی کی علت غائی قرار دیتے ہیں۔ قانون وقت اس فعل کو کس رنگ میں لیتا ہے +

مسئلہ نیوگ اور قانون

مسئلہ نیوگ کے متعلق اگرچہ ہم کافی بحث کر چکے ہیں۔ اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ قانون وقت کی پوزیشن نیوگ کے بارہ میں کیا ہے۔ اس بات کو واضح کرنے کے لئے میں مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ یہاں پر کتاب خالصہ پنتھ کی حقیقت کے مقدمہ میں جو فیصلہ خان بہادر مولوی فضل شین صاحب سپیشل مجسٹریٹ عدالت ضلع برنالہ نے ۱۷ اپریل ۱۹۱۵ء کو دیا ہے۔ اس کے فیصلہ کا ضروری حصہ درج کر دیا جائے۔ اور وہ یہ ہے

سوامی دیانند نے نیوگ کے مسئلہ کو خود چھیڑ دیا۔ بلکہ اپنی ستیارتھ پرکاش میں اسکی تلقین و تعلیم کی اس کتاب میں کہ نیوگ صرف دویجوں (اعلیٰ ذات) کے لیئے ہے۔ شودروں کے لیئے نہیں۔

شرائط نیوگ یہ ہیں کہ۔ اگر شوہر نامرد ہو۔ یا دائم المریض یا سنیاسی ہوگیا ہو یا کسی اور طرح اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ ہو۔ مثلاً یعنی ناموافقت قوا، بچہ کشی...... تو ایسے شوہر کی عورت اپنے خاوند یا بزرگان خاندان سے اجازت لیکر اولاد پیدا کرنے کی غرض سے نیوگ کر سکتی ہے۔ نیوگ کنندہ مرد کا اس عورت سے بجز نیوگ و بچہ کشی کوئی اور تعلق نہ ہوگا۔ اور نہ وہ اولاد کی پرورش

کا کسی طرح ذمہ وار ہوگا۔ اور نہ نان نفقہ کا۔ اس اولاد کا جو نیوگ سے وجود میں آتی ہے۔ سلسلہ نسب کا کوئی علاقہ اصلی باپ سے نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اس شخص کے سلسلہ نسب میں منسلک ہوتی ہے جسکی عورت نے نیوگ کیا ہے۔ نیوگ اپنے ورن یا اپنے سے اعلی ورن میں ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک کھترانی ایک کھتری یا برہمن سے نیوگ کر سکتی ہے۔ مگر ویش سے نہیں۔ اسی طرح بیوہ عورت کو بھی اپنے شوہر کے مرنیکے بعد نیوگ کی اولاد پیدا کرنیکے لیئے اجازت ہے۔ اور وہ اولاد اس کے شوہر مردہ کی خیال کی جاسٹے گی۔ نہ نیوگ کرنیوالے کی۔ کیونکہ اولاد کا پیدا کرنا بہر حال وید کے رو سے ایک مقدم اور مقدس فرض ہے۔ خواہ مرد کرے یا عورت۔ زوجہ حاملہ سے بحالت حمل تعلق کرنا حرام بتایا گیا ہے۔ اگر عالم شباب ہو اور مرد ضبط نہ کر سکے تو نیوگ کر کے اسکو گزارہ کرنا چاہیئے۔ اگر کسی جوان آدمی کی عورت شادی کے بعد مرجائے تو وہ دوسری شادی ہرگز نہیں کر سکتا اُسکو نیوگ سے کام لینا چاہیئے۔ اور اولاد بھی بذریعہ نیوگ پیدا کرنی لازم ہے نہ شادی کر کے ہم لوگ زبان سنسکرت سے محض ناواقف ہیں۔ اور ویدوں کے زمانہ میں جبکہ آریہ حملہ آور ہندوستان کے اصلی باشندوں سے جنگ وجدل میں مصروف تھے۔ اولاد کا پیدا کرنا ایک ایسا ضروری مقدس فرض خیال کیا جاتا تھا جسکے مقابلہ میں عورت کی غیرت وحیا بھی ہیچ تھی۔ مگر اس کلجگ کے زمانہ میں یہ خیالات ایسے ہیں۔ کہ غیر مذاہب کا تو ذکر ہی کیا خود ہندو صاحبان .... جو سناتن دھرم کے پیرو ہیں۔ اسکو حد سے زیادہ عزت غیرت۔ حیا و شرم کے خلاف خیال کرتے۔ چنانچہ پنڈت سری کشن: اس مہاراج نے اپنے بیان میں بحوالہ منوسمرتی نیوگ کو پشو دھرم یعنی افعال بہائم بتلایا ہے +

"نیوگ ایک ایسی مخرب اخلاق اور حیا کش حرکت ہے۔ جسکو نہ محض اسلام کرسچن۔ اور ہندو۔ سناتن دھرم وغیرہ مذاہب عالم نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بلکہ بذات خود اسقدر خلاف تہذیب ومخالف فطرت ہے کہ اسکی دوسری

مثال بقول گواہان صفائی بھی مہابھارت کے بعد اگر ملتی ہے۔ تو صرف خالصہ پنتھ کی حقیقت میں ہی اسکا وجود پایا جاتا ہے

پھر جیسا کہ کل مذاہب والے اسکو ناپاک گندہ اور فعل بد تصور کرتے ہیں ہم کو مجبوراً تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ درحقیقت وہ ایسا ہی ہے۔ ورنہ اس ملک میں کوئی وجہ اسکی معدوم ہو جانے کی نہ تھی۔ جبکہ کروڑوں لوگ یہاں ویدوں کے الہامی ہونے پر اعتقاد رکھنے والے موجود ہیں۔ خوش قسمتی سے ایک فیصلہ خان بہادر مولوی انعام علی صاحب سشن جج ریٹائرڈ کا ہماری نظر سے گزرا اب اس مقدمہ میں مہر چند ساکن پشاور آریہ سماجی مستغیث تھا اور زیر دفعات ۵۰۰ و ۵۰۲ و ۵۰۴ تعزیرات ہند برخلاف پربھو اور جیون مل استغاثہ کیا گیا تھا مولوی صاحب موصوف اسوقت پشاور کے ضلع میں فسٹ کلاس مجسٹریٹ تھے جب یہ مقدمہ ان کے اجلاس میں پیش ہوا اس میں بھی نیوگ کے مسئلہ کو خلاف اخلاق وحیا، قرار دیا۔ اور تعلیم نیوگ کو تلقین زنا تصور کر کے استغاثہ کو خارج فرمایا (دیکھو مقدمہ ۱۶۴ سنہ ۱۸۹۱ء) اسکی نگرانی ۔سرکلارک صاحب بہادر کے اجلاس میں مستغیث نے دائر کی۔ جو اُس زمانہ میں پشاور کے سشن جج تھے۔ صاحب موصوف نے بھی نگرانی کو نامنظور فرمایا۔ اور زیب رقم کیا کہ سوامی دیانند جی کے بعض اصول ایسے ہیں کہ سناتن دھرم ہندو اور اکثر مذہبوں کے اخلاقی احساس کے برخلاف سخت گناہ ہیں۔ اور بذات خود کتاب ستیارتھ پرکاش کے حصہ جات شرم سوز ہیں۔ اور بہت سخت اور ناملائم الفاظ میں ان پر نکتہ چینی روا اور جائز ہے۔ اس حکم کی ناراضی سے چیفکورٹ میں نگرانی ہوئی اور ..... صاحب بہادر جج تھے اسکو باتفاق رائے عدالتہا ء ماتحت ... نامنظور فرمایا۔ دیکھو فیصلہ چیفکورٹ پنجاب جوڈیشل ڈیپارٹمنٹ مقدمہ ۱۰۱ سنہ ۱۸۹۲ء ان فیصلہ جات کی مصدقہ کاپیاں ہمارے روبرو موجود ہیں۔ اس مقدمہ کے حالات پر نگاہ کرنیکے بعد یہ امر پایۂ یقین کو پہنچ جاتا ہے۔ کہ نہ صرف ہندوستان کے مختلف ادیان و فرقے ہی اسکو بدکاری و ناپاکی تصور کرتے ہیں بلکہ عدالتہاء قانونی بھی اسکو ایسا ہی سمجھتی ہیں۔

... میں خیال کرتا ہوں کہ میں نیوگ کے متعلق بالاختصار مگر کافی طور پر لکھ چکا ہوں کہ وہ ایک نہایت شرمناک اور خلاف تہذیب مسئلہ ہے اور کسی شخص کو اولاد نیوگ کہنا ایسا ہی معیوب ہے جیسا کہ ولد الزنا بتانا" +

ویدوں میں جدال و قتال کی خطرناک تعلیم

عام طور پر آریہ صاحب قرآن مجید کے ماننے والوں پر یہ الزام نہایت سختی سے لگایا کرتے ہیں کہ قرآن مجید سخت خونخواری اور سفاکی کی تعلیم دیتا ہے اور اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے اسکے مقابلہ میں آریہ مذہب اور وید مقدس میں نہایت ہی رحمدلی کی تعلیم ہے۔ "اہنسا پرمو دھرما" یہ ویدک تعلیم کا ماٹو ہے وغیرہ وغیرہ۔

یاد رکھو قرآن مجید میں صرف انہیں لوگوں کے ساتھ لڑنے کا حکم ہے جو خود لڑائی میں پہل کرتے ہیں اور اسکے ساتھ ہی قرآن مجید یہ تاکید کرتا ہے کہ لڑائی میں حد سے نہ بڑھو کیونکہ حد سے بڑھنے والے ظالم ہوتے ہیں اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّٰهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَكُمْ وَعَسٰى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسٰى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَقَاتِلُوهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (بقرہ)

جو لوگ تم سے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں ان سے لڑو اور زیادتی نہ کرو بے شک ظالم لوگ خدا کو نہیں بھاتے

(لڑائی کے وقت) جہاں انکو پاؤ لڑو۔ اور جہاں سے (تمھارے گھروں) سے انھوں نے تمکو نکالا ہے انکو نکالدو فتنہ وفساد قتل قتال سے بھی بڑا ہے۔ اور مسجد الحرام (کعبہ) کے قریب جب وہ خود نہ چھیڑیں تم نہ لڑیو۔ پس اگر وہ شروع کریں تو بیشک مارو اسی طرح کافروں کا بدلہ ہے اگر باز آجائیں تو خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ ان سے نہ لڑو تاکہ فتنہ نہ رہے اور کلی قانون خدا وندی ہو جاوے۔ اگر لڑنے سے باز آجاویں تو بجز ظالموں کے کسی پر ہاتھ نہ بڑھاؤ۔ رفع شر کا تمھیں حکم ہوا ہے اور تم اسکو ناپسند کرتے ہو (تمھاری سمجھ سے) عجب نہیں کہ تم ایسی چیز کو بھی جو واقع میں تمھیں مفید ہو ناپسند کرنے لگو اور مضر کام کو بھلا سمجھ لو خدا خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اللہ کی راہ میں لڑو اور جانو کہ خدا سنتا اور جانتا ہے۔ اب اسکے مقابلہ میں ذرا تعلیم وید ملاحظہ ہو کہ وہ دنیا میں کسقدر جدال و قتال اور سفاکی کو روا رکھتی ہے کہ جسکا تصور کرتے ہی بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہ پڑھ کر ایک آدمی ششدر رہ جاتا ہے کہ کیا یہ انکی کتابوں کی تعلیم ہے جو "اہنسا پرمو دھرما" کی گردان کرتے ہوئے تھکتے نہیں اور انکی یہ زبانی قیل وقال اور عملی رنگ میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور ہاتھی کے دانت کھانے کے اور اور دکھانیکے اور کی مشہور ضرب المثل یہاں ٹھیک بیٹھتی ہے "اے راج پرش! آپ دھرم کے مخالف دشمنوں کو آگ میں جلا ڈالیں۔ اے جاہ وجلال والے پرش وہ جو ہمارے دشمنوں کو حوصلہ دیتا ہے آپ اسکو الٹا لٹکا کر خشک لکڑی کی طرح جلائیں یجروید ۱۲/۱۳*

اے تیج دھاری ودوان پُرش! آپ تیز رو دشمن کے کھانے پینے یا دیگر کام کاج کے مقامات کو اچھی طرح اُجاڑیں اور انکو اپنی تمام طاقت سے ماریں" یجروید ۱۳/۱۳ "جس ایذا رساں شخص کی ہم لوگ مخالفت کرتے ہیں یا جو ایذا دینے والا ہم سے دشمنی کرتا ہے اسکو ہم شیر وغیرہ کے منہ میں ڈالدیں۔ یجروید ۱۵/۱۵) "جس دُشٹ سے ہم لوگ ودیش کریں یا جو دُشٹ ہم سے ودیش کرے ہم اُسکو ان ہواؤں سے ہلاک کریں" یجروید ۱۵/۱۶) "ہم لوگ جس دُشٹ سے ودیش کریں یا جو ہم سے ودیش کرے

* ۱۲/۱۳ سے ۱۲ منتر اور ۱۳ ادھیائے اسی طرح سب کو سمجھو

اسکو ہم لوگ خونخوار جانوروں کے مُنہ میں ڈالدیں" (یجروید ۱۵/۱۵) جنسے ہم لوگ نفرت کرتے ہیں یا جنکو ہم ناخوش کرتے ہیں یا جو ہم کو دکھ دیتے ہیں انکو ہم اُن ہواؤں کے مُنہ میں ڈال کر اسطرح رکھدیں جسطرح بلی کے مُنہ میں چوہا" یجروید ۱۶-۶۵ (۱۶) اے طاقتور اور روشنضمیر عالم انسان! جسطرح ہم لوگ روز کھوٹے سوبھاؤ والوں کے گاؤ نکو آگ کی مانند مارنے والے تجھ خوبصورت وددوان کو سب طرح سے جکڑ کر اور اسکو زنجیروں سے کبھی مت چھوڑو" (یجروید ۲۶/۱)

اے دُشٹ انسان! تو کبھی بھی ہدایت کی روشنی حاصل نہ کرسکے تیرا آنند دینے والا علم کا رس تجھے کبھی بھی آنند نہ دے" یجروید ۲۶/۱) اے انسان! .... جسطرح بھی دشمنوں کو ہلاک کیا جاکر اسی قسم کے کاموں کو کرکے سدا ہی راحت سے زندگی بسر کر" یجروید ۲۸/۱)

(۱) ہے پرماتمن! .... میں بدکردار یا دشمنوں کی ہلاکت کے لیئے ... آپ کو اپنے دل میں قائم کرتا ہوں۔ یجروید ۱/۱) (۲) ہے پرمیشور! .... میں دشمنوں کی ہلاکت کے لیئے آپکو تار بار اپنے دل میں قائم کرتا ہوں۔ یجروید ۱/۱) مجھ کو چاہیئے کہ کوشش کرکے بدکردار اور بداطوار انسان کی یقیناً بیخکنی کروں۔ اور جو دان وغیرہ دھرم سے خالی ظالم بدکردار دشمن ہیں انکی ہر طرح بیخکنی کروں" یجروید لے) ہے پرماتمن! آپ کی کرپا سے ہم لوگوں کے لیئے پانی اور اناج وغیرہ نباتات سرشیٹ متر (دوست) کی مانند ہوں۔ اور جو ہم لوگوں سے دشمنی رکھتا ہے یا جس سے ہم لوگ دشمنی کرتے ہیں۔ اس کے لئے جل اور اناج وغیرہ سب کے سب دُکھ دینے والے دشمن کی مانند ہوں" یجروید ۲۲/۲) آریہ بھے ونی سبھا صفحہ ۱۵ پر دیانند صاحب فرماتے ہیں جن لوگوں نے برہمچریہ اور گھرست وان یا سنیاس وغیرہ نہ رکھا ہو یعنی جنہوں نے تجرد اور متاہل اور فقیری کو درجہ بدرجہ قبول نہ کیا ہو ایسے لوگ یا تو ہمارا مذہب قبول کریں یا ہمارے غلام ہو کر رہیں یا اُن کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔ پھر آگے سوامی صاحب آگے آریہ بھے ونی سبھا کے چھٹے اڈیشن کے صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں۔ "جو ہم سے محبت نہیں کرتا یا ہم سے دشمنی کرتا ہے اور جس پاپی سے ہم دشمنی کرتے ہیں۔ اے انصاف کرنیوالے پرمیشور! اس کے لئے پانی۔ علم۔ دوائی سب ناموافق اور دکھ پہنچانیوالے ہی ہوں" ستیارتھ پرکاش تیسرا اڈیشن دوسرا سمولاس صفحہ ۳۵ پر فرماتے ہیں۔ "جو ویدوں اور ویدوں کی مطابق کتابوں کو نہیں مانتا اور ان کے برخلاف عقیدہ رکھتا ہے ایسے دہریہ کو ذات اور قطار اور ملک سے باہر نکالدینا چاہیئے"

جسطرح میں بدکرداروں کی گردن کاٹتا ہوں ویسے تو بھی کاٹ ۔ یجروید ۲۳/۱) جو دُشٹ ہم لوگوں سے مخالفت کرتا ہے یا جس دُشٹ سے ہم لوگ مخالفت کرتے ہیں۔ ۔۔۔ اس بدکردار دشمن کو مختلف ۔۔۔

کیا آرین وید الہامی ہیں؟

آریہ سماج کا یہ دعویٰ ہے کہ وید الہامی ہیں حالانکہ جب ہم ویدوں کی تعلیم پر غور کرتے ہیں تو ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ وید الہامی نہیں ہیں بلکہ یہ ایک عام کتاب ہے۔ یہ ہماری ہی رائے نہیں بلکہ بڑے بڑے علماء و فضلا بھی بعد از تحقیق اور تدقیق اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں۔

ویدوں کے متعلق مصنف رامائن کی گواہی

گوسائیں تلسی جی مہاراج مصنف رامائن۔ رامائن بال کانڈ میں فرماتے ہیں ؎

چرت سندھ گرجا رمن وید نہ پاویں پار
برنوں تلسی داس کم ات مت مند گوار

گوسائیں تلسی داس جو ہندو مذہب کے ایک بڑے عالم گذرے ہیں جن کی بنائی ہوئی کتاب رامائن کی ہندو مندروں میں صبح شام کتھا ہوا کرتی ہے ایسا زبردست عالم ورصوفی ویدوں کے متعلق کہتا ہے کہ اور تو اور شوجی اور پاربتی تک کی تعریف تو وید کر نہیں سکتے۔ الہامی کہنا تو رہا الگ۔ اب وہ کتاب جو کسی مہاپرش کی تعریف نہیں کر سکتی اس کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے۔ ابھی اسی پر بس نہیں ذرا آگے اور ملاحظہ فرمایئے:۔

شری کرشن جی مہاراج کی ویدوں کے متعلق گواہی

شری کرشن جی مہاراج اپنی مشہور و معروف تصنیف گیتا میں ارجن کو مخاطب کر کے یہ اپدیش دیتے ہیں۔ کہ ہے ارجن تینوں وید ونکو تیاگ کر کے میری طرف آجاؤ کیونکہ تینوں ویدوں کی تعلیم جو تمو اور ستو اور رجو گنوں سے پیدا ہوتی ہے اور میں اس

سے بلند ہوں۔ اب ہندو مذہب کے ایک زبردست ستون جیسے سناتنی خدا کا اوتار مانتے ہیں انکی شہادت ویدوں کے متعلق ملاحظہ ہو۔ اب رامائن اور گیتا کی شہادت محض دعویٰ نہیں بلکہ اپنے اندر الگ الگ دلائل رکھتی ہیں اوّل تو یہ ہر دو بزرگان یعنے گوسائیں تلسی داس اور شری کرشن جی مہاراج ہندو مذہب کے بڑے زبردست ستون ہیں ان کی زبان ہی قانون اور دلیل ہے۔ مگر نہیں یہ اپنے اقوال کے ساتھ دلائل بھی لاتے ہیں۔ اوّل تو یہ کہ گوسائیں تلسی داس کے نزدیک اور توا ور وید فشوجی اور پاربتی کی تعریف بھی نہیں کر سکتے ہنا یہ مہما ہیں۔ دوم شری کرشن جی مہاراج فرماتے ہیں کہ وید تو رجوا و تمو اور ستوگن میں پڑے ہوئے ہیں اور میں ان سے بلند ہوں اسلئے تو انکو چھوڑ کر میرے پاس آجا۔ تیسرے کرشن جی مہاراج کا یہ دعویٰ نہیں بلکہ رجو تمو اور ستو کہکر ویدوں کے ترک کرنے کے لئے زبردست اپیل کی گئی ہے ابھی اسی پر بس نہیں آگے اور ملاحظہ ہو۔

ویدوں کے متعلق ہندوؤں کے ایک اور بلند پایہ بزرگ کی گواہی

ڈاکٹر گوکل چند صاحب نورنگ ایم اے ایک راسخ الاعتقاد آریہ ہیں انہوں نے نومبر ۱۹۱۴ء کے لائل گزٹ میں شری گورو نانک دیوجی مہاراج کے متعلق ایک مضمون لکھا تھا جس میں وہ کہتے ہیں کہ شنکراچاریہ کے بعد جسقدر ہادیان مذہب اس ملک میں ہو گذرے ہیں ان میں سب سے بلند پایہ گورو نانک صاحب کا ہے۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسقدر بلند پایہ کے بزرگ کی گواہی ویدوں کے متعلق کیا ہے۔ سو اس کے لئے شری گورو نانک دیوجی مہاراج فرماتے ہیں ؎

پڑھ پڑھ پنڈت منی تھکے ویدوں کا ابھیاس
ہرنام چیت نہ آوے نہ نیج گھر ہوئے واس

یعنے بڑے بڑے رشی اور منی بھی ویدوں کو پڑھ پڑھ کر تھک گئے یا ہار کر رہ گئے نہ تو انہیں ویدوں کے مطالعہ سے معرفت حاصل ہوئی اور نہ موکش یعنے مکتی اب اس سے بڑھ کر اور کونسی زبردست شہادت ہو سکتی ہے؟ اور ان شہادتوں کے سامنے چون وچرا کی گنجائش ہی کیا رہ جاتی ہے۔

برہسپتی کی گواہی ویدوں کے متعلق

چارواک کا عالم اجل برہسپتی جو سنسکرت کا ایک زبردست عالم تھا وہ ویدوں کے متعلق کہتا ہے۔ ویدکے بنانیوالے بھانڈ دھورت اور نشاچر یعنی راکشس یہ تین ہیں۔ یہ جھری ترجھری وغیرہ پنڈتوں کی مکر کی باتیں ہیں دیکھو دھورتوں کی کارروائی کے گھوڑے کے ... لو عورت پکڑ لے بھان کی عورت کا اس کے ساتھ .... کروانا اور لڑکی سے ٹھٹھا کرنا وغیرہ جو لکھا ہے وہ دھورتوں کے سوائے اور کسی کا کام نہیں (ستیارتھ سمولاس ۱۲)

آپ نے گوسائیں تلسی داس کی شہادت بھی ملاحظہ فرمائی اور شری کرشن جی مہاراج کی شہادت بھی اور شری گورو نانک دیوجی مہاراج کی گواہی بھی۔ اب چارواک والوں کی شہادت بھی قابل غور ہے۔ شاید بعض یہ کہیں گے کہ برہسپتی کی گواہی ہمیں قبول نہیں۔ مگر اس سے کسی کو انکار نہیں ہوگا اور نہ ہونا چاہیئے۔ وہ ہندو مذہب کے ایک بڑے زبردست فرقے کا عالم بے بدل ہے۔ اس سے بھی غالباً کسی کو انکار نہیں ہوگا اور نہ ہونا چاہیئے کہ برہسپتی سنسکرت کا عالم اجل تھا اس کی رائے ویدوں کے متعلق ہماری کسی حاشیہ آرائی کی محتاج نہیں ہے یہ وہ باتیں ہیں جن پر ہم سب کو ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے:۔

ویدوں میں ملاوٹ

اب ہم سوامی دیانند جی مہاراج کے ویدبھاشیہ پر ٹھنڈے دل سے غور کرتے ہیں کہ آیا سوامی

دیانند صاحب کا وید بھاشَ ویدوں کی کیا عظمت لوگوں کے سامنے رکھتا ہے یجروید ادھیائے ۱۲ منتر ۴ کا ترجمہ شری سوامی دیانند صاحب یہ کرتے ہیں:۔

"اے وِدوان تو نیک اوصاف سے موصوف ہے تو مہاتما ہے تو گیانی کرم کانڈ اور اپاسک ہے دُکھ کو دور کرنیوالا اور گائتری سے ودھان کیا ہوا گیان تیرے نیتر ہیں دکھ مدگ سے باہر کرنے والا کرم اور اپاسنا تمہارے دونوں پہلو ہیں۔ رگوید تمہاری آتما ہے اتھروید کے منتر تمہارے انگ ہیں۔ یجروید کے منتر تمہارے نام ہیں۔ سام وید تمہارا رحم ہے گرہن کرتے اور رکھنے یوگ دیوہارون کے یوگ وام دیورشی کے جانے و پڑھائے تیسرے سام وید اس کا سر رہے"

اسجگہ سوامی دیانند نے اپنے وید بھاش میں "وام دیورشی" کا لفظ لاکر ویدوں کی قدامت کا بھانڈا پھوڑ دیا اب صاف ظاہر ہے کہ ویدونکا انزال وام دیورشی کے بعد ہوا لہذا قدامت نہ رہی اور یا یہ بات آپ کو تسلیم کرنی پڑے گی کہ ایسا تو نہیں۔ مگر وام دیورشی کا نام بعد کی ملاوٹ ہے اگر ایسا بھی مان لیا جائے تو بھی وید اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں رہ سکتے دونوں طرح ویدوں کی حقیقت ظاہر ہے۔ اگر ویدوں کا الہام وام دیورشی . . بعد مانا جائے تو بھی ویدوں کی قدامت جاتی رہے اور اگر وام دیورشی کے لفظ کو ویدوں میں بعد کی ملاوٹ مانا جائے تو بھی وید اپنے معیار سے گر گئے اور جس دنیا کے خالص الہامی ہونے پر ہی اشتباہ ہو گیا وہ کہاں تک اوروں کے لئے سدھار کا موجب بن سکتی ہے۔ اسے ہر ایک سمجھ دار سمجھ سکتا ہے۔

آریہ سماج کے ممبرونکی حالت

ویدونکو الہامی نہ ماننے والے آریہ سماج کے لیڈر

سوامی شردھانند بہوت لالہ منشی رام صاحب ستیہ دھرم پرچارک مورخہ ۲ اکتوبر ۱۹۱۲ء میں لکھتے ہیں کہ جو سوال آپکے روبرو پیش کیا گیا ہے وہ گوشت خوری کے سوال سے کئی درجہ بڑھکر ہے کیا ناستک یعنے ویدوں کو ایشور کرت نہ ماننے والے آریہ سماج کے لیڈر اور بڑے بڑے ادھیکاری ہوسکتے ہیں۔ ایک ادھیکاری مہاشہ سے کچھ عرصہ ہوا مینے دریافت کیا کہ آپ ویدوں کو ایشور کرت مانتے ہیں جواب دیا جیسا دس اصولوں میں لکھا ہے۔ ویسا مانتا ہوں دیگر وید ایشور کرت ہیں ایسا مطلب ہے یا نہیں اگر ہے تو سوال کا جواب ہاں ہونا چاہیئے اور اگر صورت دوم ہے تو سوال نفی اکثر اصحاب کو سیدھا ہاں یا نہ کرنے میں تامل ہوتا ہے عموماً اس قسم کے جواب ہوتے ہیں۔ جیساکہ مذکورہ بالا مجھ کو ملا ہے آپسے سچ کہتا ہوں کہ مجھ کو کبھی خیال تک نہیں گذرا کہ اصولونیں لفظ کرت نہ ہونیسے کچھ اور بھی اسکا مطلب ہوسکتا ہے۔ جہاں تک سوامی جی کا ذاتی یقین اس کے بارے میں ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ سوامی جی لکھتے ہیں کہ چار ویدوں کو دھرم یکت ایشور پرمنت سنگھتا منتری بھاگ کو ہی نربھرانت سوت پرمان مانتا ہوں۔ چونکہ سوامی جی نے ان نیموں کا پرچار اپنی زندگی میں کیا۔ اس سے اسکا مطلب سوامی جی کے سچے سدہانتوں کے

برخلاف نہیں ہو سکتا۔ پس جو پُرش اس سوال کا جواب یہہ نہ دیویں کہ ہاں میں ویدوں کو ایشور کرت مانتا ہوں ضرور اصولوں کے کچھ اور ارتھ کرتے ہیں اور ویدونکو انہیں ایشور کرت ماننے میں تامل ہے ویدوں کو ایشور کرت نہ ماننے والے ناستک ہیں جب ایسے مہاشے سماج کے بڑے ممبر اور ادھیکاری ہو سکتے ہیں تو کس کا مقدور ہے کہ مانس بھکشن ناجائز ٹھہرائے وید آریہ سماج کی بُنیاد ہے جب ویدوں کو ہی اُڑا دیا تو مول کی عدم موجودگی میں شاخ پتے کہاں رہ سکتے ہیں۔ ایسا ماننے والے ایک نہیں بلکہ اغلب ہے کہ بہت سے ہوں"۔

اب یہ ست دھرم پرچارک گوروکل کانگڑی کا اقتباس میری کسی حاشیہ آرائی کا محتاج نہیں۔ یہ آریہ سماج کے سوامی شردھانند بھوت لالہ منشی رام کا لکھا ہُوا ہے۔ ان کے قول کے مطابق معمولی آدمی نہیں بلکہ آریہ سماج کے ادھیکاری اور لیڈر ویدوں کو الہامی نہیں مانتے۔ اب وہ وید جو آریہ سماج کے لیڈروں کی ہی تسلّی نہیں کر سکے وہ اوروں کے لئے کہاں تک تسلی کا موجب بن سکتے ہیں اسے کسی اور کی نسبت جناب سوامی شردہانند صاحب خود بہتر سمجھتے ہیں۔

وہ نہ خود ایشور کو مانتے ہیں اور نہ ویدوں کو

مزید شہادت کے لئے اب ایک اور شہادت بھی ملاحظہ فرمایئے۔

آریہ سماج میں بڑے بڑے تعلیم پر فخر کرنیوالے لوگ ایسے موجود ہیں کہ جو حقیقت میں نہ کسی ایشور کو مانتے ہیں اور نہ ویدوں کو۔ چنانچہ ستیہ دھرم پرچارک کے ایڈیٹر لالہ منشی رام صاحب حال سوامی شردہانند اپنے ۹ رمارچ ۱۹۰۹ء کے پرچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ہم بڑے بڑے تعلیم پر فخر کرنیوالوں سے واقف ہیں جو یہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے کہ ویدوں پر بیوقوف یقین کرتے ہیں۔ اور ودوانوں یعنی عالموں کے لئے کوئی چیز نہیں۔ ویدوں کا ماننا عام لوگوں کے لئے ہے۔ مگر ہم تو آریہ سماج کو کام کرنیوالی سوسائٹی سمجھکر اس کے سبھاسد یعنی ممبر ہوئے ہیں جو لوگ سپنسر اور بریڈلا کی زبان جانتے والے ہیں بھلا وہ خدا کو کیسے مان سکتے ہیں"۔ خوب۔ اس پر دعویٰ یہ کہ آریہ سماج نے لوگوں کی زندگیاں سُدھار دی ہیں ۔ چہ خوب !

آریہ سماج کی رکھشا کیلئے نہ صرف جھوٹ بولنا بلکہ چوری تک کرنا جائز ہے

لالہ روشن لال صاحب بی۔ اے بیرسٹرایٹ لاء۔ جو آریہ سماج کے لیڈنگ ممبر ہیں اور آریہ سماج کے منتری بھی رہ چکے ہیں انہوں نے بہت سے معزز آدمیوں کے سامنے اس بات کا اعلان کیا تھا کہ آریہ سماج کے لئے وہ جھوٹ بولنا کیا چوری تک کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اخبار تنبند مطبوعہ ۱۳ اگست ۱۹۰۹ء میں اس اعلان کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔

"میں لالہ روشن لال کو آریہ سماج کا خیرخواہ سمجھتا ہوں۔ وہ اگر جھوٹ بھی لکھ رہے ہیں تو محض سماج کی رکھشا کے لئے وہ جھوٹ بولنے اور چوری تک کرنے کو تیار ہیں چنانچہ وہ اپنے اس اعتقاد کا اظہار [illegible] امرچند [illegible] کے مکان پر مفصلہ ذیل آدمیوں کی موجودگی میں کر چکے ہیں۔

رائے نرائنداس ایم۔ اے۔ بیرسٹر۔ پروفیسر دیویدیال جی بی۔ اے لالہ شودیال ایم۔ اے وغیرہ وغیرہ۔

افسوس جس کھیتی کے لئے ایسے کھاد کی ضرورت ہو۔ اس کے پھل کا اندازہ خود ہی لگا لو۔"

آریہ سماج میں نیکی کی نسبت پاپ کرنیمیں زیادہ فائدہ ہوتا ہے

اندر سبھا ۱۹۰۹ء کے صفحہ ۲۸۶ میں اس کا ایک بی۔ اے ایڈیٹر لکھتا ہے کہ "پاپ سے آدمی اسقدر ہلاک نہیں ہوتے جسقدر نیکی سے ہلاک ہوتے ہیں۔ آگے چلکر یہی ایڈیٹر صفحہ ۲۸۹ پر لکھتا ہے۔ "میری بدمعاشی نے مجھے پہلے سے زیادہ پوتر زیادہ بلوان۔ زیادہ دھارمک بنا دیا۔ اور مجھے اشانتی کے سمندر سے نکالکر شانتی کی پاک فضا میں لا داخل کیا۔ افسوس جس سوسائٹی میں انسان نیکی سے ہلاک ہوتے ہیں اور بدی سے پھلتے پھولتے ہیں۔ اسکی تعلیم کا خود ہی اندازہ لگالو۔

ویدوں کی اندرونی سیر

ہندو مذاہب کے بڑے بڑے رشی و منی اور خود آریہ سماجی لیڈر ویدوں کے متعلق درحقیقت جو خیال رکھتے ہیں وہ آپنے مذکورۃ الصدر سطور میں بخوبی ملاحظہ فرما لیا اب ویدوں کے متعلق ان بزرگوں کی یہ رائے بلا وجہ نہیں ہے بلکہ جو شخص بھی خالی الذہن ہوکر ویدوں کا مطالعہ کریگا وہ بلاشبہ اس نتیجہ پر پہونچنے کے لئے مجبور ہوگا کہ ویدوں کا مطالعہ بلاشبہ "اونچی دوکان پھیکا پکوان" سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی حقیقت حال سے آگاہ کرنیکے لئے یہ ضروری ہے کہ ناظرین کرام کے سامنے بھی ویدوں کی اندرونی تعلیم کا کچھ نمونہ رکھا جاوے تاکہ ہر ایک شخص ویدوں کی اس اندرونی تعلیم کے مطالعہ سے اس امر کا بخوبی اندازہ لگا سکے کہ وید کس پایہ کی کتاب ہے۔ اور ایک شردھالو کی روحانی پیاس کہاں تک بجھا سکتے ہیں اور انکا مطالعہ بحیثیت مجموعی لوگوں کے لئے مفید ہے یا مضر ہے سو اسکے لیے جو وید بھاشیہ ہم پیش کرینگے وہ شری سوامی دیانند صاحب کا ہوگا۔ جو

آریہ سماج کے لئے اتمام حجت ہے اور اسکے سامنے کسی آریہ کہلانے والے کو مجال مقال نہیں ہوسکتی۔

فحش تعلیم بلاشبہ اسوقت تہذیب کا پیمانہ لبریز ہوگیا جبکہ سوامی صاحب نے یجروید کے منتروں کی تشریح کرنی شروع کی جس حصہ پر میں اب پہونچا ہوں وہ اسقدر نازک ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ کس طرح آپ لوگوں کے سامنے بیان کروں جس سے آپ لوگ مطلب تو سمجھ جائیں مگر مجھے ان گھناؤنے الفاظ کو ظاہر نہ کرنا پڑے۔ میرا دل ہرگز ہرگز نہیں چاہتا کہ میں ان منتروں کو آپ لوگوں کے سامنے رکھوں۔ کیونکہ میرے تو اس بیان کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہوئے جا رہے ہیں۔ بہرحال میں اصلی الفاظ کے درج کرنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ اس لئے اسجگہ صرف اصل عبارت ہی آپ لوگوں کے سامنے رکھی جائیگی۔ یجروید کے چھٹے ادھیائے کے چودہویں منتر کا ترجمہ ہے۔ شیش میں بیدھ سکھا دن (مختلف قسم کی تعلیم) سے جس سے دیکھتا ہے۔ اس نیترے نیتر (آنکھ) کو شدھ کرتا ہوں۔ تیرے جس سے ناڑی آدمی باندھے جاتے ہیں اس نابھی (ناف) کو پوتر کرتا ہوں۔ تیرے جس سے موتر ولتر گ (پیشاب اور پاخانہ کی جگہ) آدمی کئے جاتے ہیں۔ اس .... شدھ کرتا ہوں۔ تیری جس سے رکھشا کرنیوالی گودا اندری کو پوتر کرتا ہوں۔ میں اس کی تشریح نہیں کرسکتا اسلئے ناظرین مجھے معذور سمجھیں۔

سخت ہی فحش تعلیم یجروید بھاشیہ ۱۲۸ ادھیائے ۲۰ ویں منتر کا ترجمہ .... ہے منشیو۔ جیسے بیل گئوں کو گابھن کرکے پشوؤں کو بڑھاتا ہے۔ ویسے گرہستی لوگ استریوں کو حاملہ کرکے پرجا کو بڑھائیں۔

نہایت ہی سخت فحش تعلیم یجروید بھاشیہ اکیسواں ادھیائے ساٹھویں منتر کا ترجمہ ہے .... منشیو یٹ

برکھش (برڑ کا درخت) آدمی کے سمان (مانند) جس جس پران اور اپان کے لئے دُکھ بناش کرنیوالی چھیری (بکری) آدمی پشو سے بانی کے لئے مینڈھا سے پرم ایشور یہ کے لئے بیل سے "بھوگ" کریں؟؟؟

خوبصورت بچہ پیدا کرنے کا نسخہ شری سوامی دیانند صاحب یجروید بھاش صفحہ ۷۲۸ ادھیائے ۱۹ منتر ۸۸ کے بھاؤارتھ میں بیان کرتے ہیں۔

"اُستری (عورت) پرکھ (مرد) گربھ دان (مباشرت) کے سمے (وقت) میں پرسپر (باہمی) ملکر پریم سے پریت (محبت) ہوکر مکھ (منہ) کے ساتھ مکھ آنکھ کے ساتھ آنکھ من (دل) کے ساتھ من شریر (جسم) کے ساتھ شریر کا انوسنھان کرکے گربھ (حمل) کا دھارن کریں جس سے کوروپ (بدصورت) وکانگ (لنگڑی لولی وغیرہ) سنتان (اولاد) پیدا نہ ہووے۔"

اس منتر سے تناسخ کا بھی رد ہو رہا ہے کیونکہ اگر بدصورت یا لنگڑی و لولی وغیرہ اولاد پیدا ہوتی ہے تو اسکا سبب یہ ہے کہ بقول سوامی دیانند مذکورۃ الصدر وید منتر کی ہدایت پر عمل نہیں کیا گیا۔

خاص دعوت یجروید ادھیائے ۸ منتر ۱۰ میں لکھا ہے۔ اے تمام سکھوں کے دینے والے سوامی آپ مجھ سے بڑھکر پیار کرنیوالے ہیں آپ ہمیں سکھ دینے والے ہیں آپ ستیہ یا نی یکت کرپا سے سوم لتا وغیرہ اوشدھیوں کے خاص رس کو پیو آپ یگ کی کرپا کے لئے ایک عمدہ استری کو گرہن کرنے والے دیریہ (منی) سینچنے والے دیریہ دھارن کرنے اور اولاد کے پالنے میں آپ مجھ استری (عورت) میں دیریہ (بیرج) سینچنے والے اور دیریہ دھارن کرنیوالے اولاد کی [illegible] کرنے والے ہیں آپ

سنگ (صحبت) سے دیریہ حاصل کرکے مضبوط اور تندرست پُتر کو حاصل کروں۔

اب ہم اس پر کوئی حاشیہ نہیں چڑھانا چاہتے ذرا آپ انسانی فطرت کا مطالعہ کیجئے کیا کبھی عورتیں اسطرح کھُلم کھُلا مردوں کو خواہ وہ اپنا خاوند ہی ہو اس طرح کہا کرتی ہیں کہ آپ میرے ساتھ صحبت کریں۔ اور مجھ میں دیرج سینچے"

خاص تعریف۔

یجروید ادھیائے ۸ منتر ۲۹ کا ترجمہ سوامی دیانند صاحب حسب ذیل کرتے ہیں۔

اے میری خوش قسمت شادی شدہ عورت تیرا گربھاشہ (رحم) سب بیماریوں سے دور ہے۔ تیرا گربھ ہاشہ (رحم) حمل دھارن کرنیکے قابل ہے۔ تیرا گربھ ہاش (رحم) کے تمام حصے خوبصورت اور سیدھے ہیں۔ اے حمل کی خواہش کرنیوالی میں تیرے ساتھ دہرم پوروک سانگم (صحبت) کرکے ایسے گربھاشہ (رحم) میں حمل دہارن کروں۔

اب وید مقدس کا یہ منتر جن کھُلی کھُلی باتوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ مزید تشریح نہ تو ہم کرسکتے ہیں اور نہ کرنیکی ضرورت ہے۔

روز روشن میں کرنیوالا بیوقوف خاوند

اسی پر اکتفا نہیں اب ذرا یجروید ۱۸ ادھیائے کے ۴۸ منتر کا سوامی دیانند کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

"اے دہرم میں توجہ نہ دینے والے خاوند تم جو دوسری عورتوں کے ساتھ جنکا دامن عصمت گناہ سے پاک اور جو سوشیل (نرم دل) ہیں بدمعاشی کی خواہش کرتے ہو۔ میں تم کو اس بدفعلی سے تمام سے روکتی ہوں۔ اے ادہرم کرنے والے خاوند تم جو دوسرے کی

عورتوں کے پاس جاکر جوکہ شبد ودیا سے نرمبھاؤ (نرم طبیعت) کو پراپت ہو رہی ہیں جانے والے ہو میں تم کو اس بُرے کام سے روکتی ہوں۔ اے بدکرداری میں توجہ دینے والے خاوند تم جو غیروں کی عورتوں کے نزدیک جوکہ دہرم کے کام کر رہی ہیں جانیوالے ہو میں تمکو وہاں سے منع کرتی ہوں۔ اے چنچل چت والے خاوند تو جو آرام سے رہنے والی دوسروںکی عورتوں کو جاکر تنگ کرتے ہو میں تم کو بار بار اس بُرے کام سے منع کرتی ہوں لے سنگ دل خاوند تم غیروں کی عورتوں کے پاس جاکر جوکہ شیریں زبان ہیں بدفعلی کے ارادے سے جاتے ہو میں تم کو اس کام سے باز رہنے کی نصیحت کرتی ہوں۔ اے بیوقوف خاوند تو جو دن کو سورج کی پھیلی ہوئی کرنوں کے وقت اپنے گھر میں سنگ (صحبت) کی خواہش کرتا ہے۔ لے شدھ ویریہ (منی) والے میں تجھ کو دیریہ کی حفاظت کی خاطر دن کے وقت اس کام کے کرنے سے منع کرتی ہوں"

آریوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وید آدسرشٹی میں نازل ہوئے۔ ویدوں کے انزال کے وقت تو عام آدمی موجود نہ تھے اس لئے اس منتر کا روئے سخن عام آدمیوں کی طرف نہیں ہو سکتا اسکا مخاطب کوئی ویدک رشی ہی ہونا چاہیئے کیونکہ ویدوں کے نزول کے وقت سوائے ویدک رشیوں کے اور کوئی تو تھا ہی نہیں۔ دریں حالات ویدک رشی کا جو نمونہ مذکورۃ الصدر منتر پیش کر رہا ہے وہ حد سے زیادہ تعجب و حیرت کا موجب ہے۔

چلے پر چڑھی ہوئی کمان کی تانت کی آواز

یجر وید ۲۹/۴۰ ترجمہ سوامی دیانند۔ "اے ویر پرش یہ جو چلے پر چڑھی ہوئی کمان کے اوپر لگی ہوئی تانت ہے جو اس طرح سے بولتی ہے جس طرح کہ پڑھی لکھی باشعور استری بولتی ہے جس کی تعریف کیجاتی ہے

اور جو اس طرح پیاری آواز نکالتی ہے جسطرح کہ اپنی پیاری پتی
کا سنگ (صحبت) کرتی ہوئی استری آواز نکالتی ہے"
اب کمان کی تانت کی آواز کو پیارے پتی کے سنگ (صحبت) کرنیوالی عورت
کی آواز سے کیا تشبیہ ہو سکتی ہے۔ اس چیستان کو یا تو خود سوامی دیانند صاحب
حل کر سکتے تھے اور یا پھر کوئی اور "سوامی" کہلانیوالے۔ اور بھی اس قسم
کے منتر پیش کئے جا سکتے تھے مگر میں اپنی توجہ زیادہ دیر لے لئے اس
گھناونے حصہ کیطرف نہیں دینا چاہتا یہ نمونہ بطور مشتے از خروارے
ہے اس سے آپ ویدک تعلیم کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ تعلیم کہاں تک
دوسروں کے لئے پاکیزگی اور طہارت کا موجب بن سکتی ہے۔

اندرونی سیر کا کچھ اور نظارہ

الوؤں کو حاصل کرو

یجر وید بھاشں سوامی دیانند $\frac{24}{23}$
"اے انسانوں جسطرح جانوروں کے گنوں
کے جاننے والے منش آگ کے لئے مرغوں کو بغیر بھولوں کو درختوں
کیلئے الوؤں کو اگنی اور سوم کے لئے نیل کنٹھ کو سورج اور چاند کے
لئے موروں کو متر ورن کیلئے کبوتروں کو اچھی طرح حاصل کرتا ہے
اسی طرح تم بھی کرو۔

کوؤں کو حاصل کرو۔

یجر وید $\frac{24}{25}$ ترجمہ سوامی دیانند صاحب
"اے انسانوں جسطرح وقت کے جاننے
والے دن کیلئے نرم آواز نکالنے والے کبوتروں رات کے لئے
سیچاپو نام جانوروں دن رات کے ملنے کے دونوں وقتوں کے
لئے جتو نام کے جانوروں مہینوں کیلئے کالے کوؤں کو .... اچھی

طرح حاصل کرتا ہے اسی طرح تم بھی کرو۔"

اب ان مذکورۃ الصدر ہر دو منتروں میں جوالوؤں اور کوؤں کو اچھی طرح حاصل کرنے کے لئے پرارتھنا کی گئی ہے۔ اس چیستان کا حل سوائے سوامی دیانند صاحب یا سوامی شردھانند صاحب کے اور کون کرسکتا ہے۔

گرم ملکوں میں سب بالوں کا صفایا

سوامی دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۵۸ پر لکھتے ہیں کہ گرم ملک میں تو چوٹی تک صفا وت کرا دینی چاہیئے کیونکہ سر میں بال ہونے سے گرمی زیادہ ہوتی ہے اور اس سے عقل کم ہو جاتی ہے۔" اسپر ہم محبت سے آریہ سماج سے یہ سوال کرتے ہیں کہ بیچاری عورتوں کے متعلق کیا ارشاد ہے کیونکہ گرمی کا اثر تو سب پر یکساں پڑتا ہے اور پھر جب چوٹی کی برداشت مشکل ہے تو پاجامہ اور لباس کے متعلق کیا ارشاد ہے

مردے کے جلانے کیلئے ۲۰ سیر پختہ گھی

ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۴۱ پر سوامی جی لکھتے ہیں۔

"مردے کے جسم کے برابر گھی کا فور اور صندل لے کم از کم ۲۰ سیر گھی ضرور ہونا چاہیئے۔" ذرا غور کرو آجکل صندل کا فور گھی کسقدر گراں ہے گھی روپیہ کا ڈیڑھ چھٹانک دستیاب ہوتا ہے مردہ جلانے کے لئے اسقدر سامان کہاں سے آئیگا۔ لہذا معلوم ہوا کہ آریہ مذہب غرباء کے لئے نہیں ہے۔

اے پرمیشور سانپوں اور نٹوں اور بندروں کو پیدا کیجئے۔

یجروید ۳۰ / ۱۲ ترجمہ سوامی دیانند صاحب "اے پرمیشور یا راجن آگ کے لئے موٹی چیزوں کو زمین کے لئے رینگ کر چلنے والے سانپوں کو آکاش میں ناچنے والے نٹوں کو ...... پیدا کیجئے۔

اسجگہ جو سانپوں اور نٹوں کے پیدا کرنیکی دعا مانگی گئی ہے اسکا کیا مطلب ہے

کیا کوئی آریہ اسکا جواب دیگا۔ مگر صرف اسکی جواب پر کان دھرا جائیگا جس نے پہلے گھر میں پانچ سات سانپ پال رکھے ہوں۔ بدوں اسکے کسیکا جواب قابل توجہ نہیں ہو گا۔

آدمی کو آدمی کا گوشت کھانیکی تعلیم

ستیارتھ پرکاش (سوامی دیانند) [illegible]

انسان کو انسان کے گوشت کھانے کی مکروہ تعلیم دیتے ہیں لکھا ہے۔

"یہ راج پرشوں (حکام) کا کام ہے کہ جو ہانی کارک (نقصان دہ) پشو یا منش ہوں انکو ڈنڈ دیں (جرمانہ کریں جیسا جیوانوں کو جرمانہ ہو گا) اگر وہ ڈنڈ دینے سے بھی نہ سمجھیں تو پران ہت کریں (مار ڈالیں)

سوال تو پھر کیا انکا گوشت پھینک دیں۔

سوامی جی کا جواب۔ پھینک دیں چاہے ماس آہاریوں (گوشت کھانے والوں کو کھلا دیں تو بھی کوئی ہانی (نقصان) نہیں لیکن اس آدمی کی طبیعت گوشت خوری کیوجہ سے ہنسک (ایذا رساں) ہو سکتی ہے"

آریہ دوستو کیا اسپر ہمارے کسی حاشیہ کی ضرورت ہے۔

ویدک ایشور کے کارنامے

ویدک ایشور کا حلیہ۔ عام طور پر آریہ لوگ مسلمانوں عیسائیوں وغیرہ کے منہ آیا کرتے ہیں۔ کہ فلاں کا خدا ایسا۔ فلاں کا ویسا۔ فلاں کا ایسا۔ فلاں کا ویسا وغیرہ۔ ہاں اگر پار برہم یوتی سروپ ایشور ہے تو صرف آریوں کا ایشور ہے۔ باقی سب پول پال۔ اس لئے اسجگہ ہم ویدک ایشور کا وہ نقشہ [illegible] دیانند صاحب نے اپنے چیلوں کے سامنے پیش کیا ہے [illegible] آپ ویدو

کے لاثانی پنڈت دیانند صاحب رگوید آدی بھاشیہ بھومکا۔ اڈیشن اوّل صفحہ ۱۳۵ پر ویدک ایشور کا حسب ذیل حُلیہ دیتے ہیں۔ کہ

دن اور رات یہ ایشور کی دو بغلیں ہیں۔ (گویا ویدک ایشور کی ایک بغل گوری اور ایک بغل کالی ہے) پھر لکھا ہے۔ سورج اور چاند ویدک ایشور کی دو آنکھیں ہیں۔ (دیکھنا کہیں سکول میں پڑھنے والے لڑکے چاند کی بابت یہ یاد کرکے کہ وہ بذات خود روشن نہیں۔ ویدک ایشور کو ایک آنکھ والا نہ سمجھ لیں) پھر لکھا ہے۔ سورج کی دھوپ اور بجلی کی چمک یہ دونوں ایشور کے ہونٹ ہیں (بجلی کی چمک ہر وقت موجود نہیں رہتی اسلئے ویدک ایشور کو لبسا اوقات ایک ہونٹ والا شمار کرنا چاہیئے) اور زمین اور سورج کے درمیان جو پول ہے وہ ویدک ایشور کا مُنہ ہے (او ردانت ؟)

نوٹ:۔ آریہ صاحبان کے ایشور کا یہ حُلیہ آریہ صاحبان کو ہی مبارک رہے۔ مگر ہمیں اسمیں نہ تو کوئی شاعرانہ باریکی نظر آتی ہے اور نہ علمی مذاق۔ یہ قریباً ویسی ہی تشبیہ ہے جیسا کسی نے کہا ہے ؎

زلفِ جاناں مثل لمبی کھجور ہے
چشم جاناں مثل جلتی تنور ہے۔

ایک پنجابی شاعر نے اس سے بھی زیادہ مزیدار کہا ہے جس نے اپنے پیارے کی دستار اور تلوار کی تعریف بدیں الفاظ کی ہے ؎

سر تیرے دستار جیوں پتّا وان دا
لک تیرے تلوار جیوں کانجن کھودا

مگر سوامی صاحب ویدک ایشور مہاراج کی تعریف کرتے ہوئے ان شاعروں کو بھی پیچھے چھوڑ گئے۔

آریوں کا ایشور چوری کرتا ہے (رگوید کے ساتویں اشٹک کے انیسویں ... دو ہائے کے آٹھویں منتر کی تشریح)

کرتے وقت سوامی دیانند صاحب اپنی کتاب آریہ بے دنی اڈیشن ۹ کے صفحہ ۱۴۱ پر فرماتے ہیں۔

"ہمارے پر یہ بھوگوں کو مت چورا" اے پرمیشور! ہمارے پیارے سامانوں کی چوری نہ کر۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آریوں کا خدا چوری بھی کیا کرتا ہے۔ آریہ دوست دیگر مذاہب کے ایشور پر حرف رکھتے ہی رکھیں گے مگر خود تو اپنے خدا کا چور ہونا اپنے منہ سے اقبال کرلیا۔"

آریوں کا ایشور حمل گراتا ہے

چنانچہ اسی منتر میں آگے چلکر پھر یہ پرارتھنا کی گئی ہے "ہمارے گربھوں کا پدارن مت کر" یعنے ہمارے حملوں کا اسقاط نہ کر۔ افسوس ہمارے آریہ دوستوں نے ایشور کو کس رنگ و روپ میں لوگوں پر ظاہر کیا ہے۔ اور پھر اس پر ڈینگ یہ ماری جاتی ہے کہ ویدک جھنڈا مکہ اور مدینہ کی دیواروں پر لہرائیگا کیوں نہ ہو۔ "یہ منہ اور مسور کی دال"

آریونکا ایشور قیمتی برتن اوٹھالے جاتا ہے۔

چنانچہ اسی منتر میں آگے چلکر یہ پرارتھنا کی گئی ہے "ہمارے بھوجن آدی ارتھ سورن پاتروں کو نہ اٹھاؤ" یعنی ہمارے کھانے وغیرہ کے جو سونے کے برتن ہیں انھیں نہ اوٹھاؤ۔

سبحان اللہ ایشور کی کیسی اعلیٰ سے اعلیٰ صفات لوگوں کے سامنے پیش کی گئی ہیں۔ کیا ایشور برتن بھی اوٹھایا کرتا ہے۔ ایشور نہ ہوا........ ہوا

آریوں کا ایشور شل بھوت اور چڑیلوں کے غصہ سے بھر کر گھوڑوں گوؤں اور بچوں وغیرہ میں گھس جاتا ہے۔

رگوید کے پہلے اشٹک کے آٹھویں ورگ کے چھٹے ادھیائے آٹھویں منتر کے دوسرے حصہ کی تشریح "ہمارے چھوٹے

منجھلے اور بڑے بیٹے اور گائے وغیرہ پشو اور گھوڑے وغیرہ سواری اور ہمارے فوج کے بہادروں میں غصہ اور قہر سو بیر کرمت گھس۔
اب جو ایشور کی صفات سوامی دیانند نے پیش کی ہیں اسکو مدنظر رکھ کر ایشور اور بھوت میں کیا فرق رہا۔

تناسخ کا بودا پن

آریہ سماج تناسخ کے ثبوت کے لئے بڑے سے بڑے یہ دو دعاوی پیش کرتا ہے۔

(۱) اگر تناسخ نہیں تو لنگڑے لولے کیوں پیدا ہوتے ہیں۔

(۲) اگر تناسخ نہیں تو پھر امیر و غریب کیوں ہوتے ہیں۔

تناسخ کی تائید کے لئے بڑے سے بڑا سوال یہ کیا جاتا ہے کہ دنیا میں تفرقہ کیوں ہے کیا وجہ ہے کہ ایک تو تندرست پیدا ہوتا ہے۔ اور دوسرا بیمار وغیرہ۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ روح تو خلاصہ عناصر ہے یا عناصر سے روح کو خاص تعلق ہے جس قسم کے عناصر ہونگے ویسا ہی اسکا نتیجہ ہوگا سُنن الہیہ یا قانون قدرت کو توڑنے سے یہ نتائج برآمد ہوتے ہیں جب قانون قدرت اور سُنن الہیہ سے یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ گندم کے بونے کا وقت کاتک کا مہینہ ہے۔ دھان کے لئے برسات کا موسم ہے۔ تو جو آدمی ان اصولوں کو توڑے گا اور بجائے کاتک کے ماگھ وغیرہ کے مہینہ میں گندم بوئیگا۔ اول تو وہ گندم پیدا ہی نہ ہوگی۔ اگر ہوگی بھی تو خراب اور کمزور گویا اُسکا پیدا ہونا یا نہ ہونا یکساں ٹھیریگا۔ ویسا اگر کوئی کسان اس امر پر اعتراض کرے کہ جسنے کاتک کے مہینہ میں گندم بوئی ہے وہ تو اچھا پھل لائی اور میں نے پوہ یا ماگھ کے مہینہ میں گندم بوئی تو کیا

وجہ ہے کہ میری گندم خراب اور بے ثمر رہی تو ایسے کسان کا اعتراض بالکل بے فائدہ اور لغو ہو گا۔ کیونکہ اوسنے قانون قدرت کو توڑا قانون قدرت نے اس کو اسکا پھل دیا۔ یہی حالت ہے لنگڑے اور تندرست بچہ ہونے کی۔ اسکے اسباب عناصر ہیں جس قسم کے عناصر پیدا کئے گئے اسی قسم کا پھل پیدا ہوا۔

اور پھر آریوں کو تو کم از کم یہ سوال پیدا نہ کرنا چاہیئے کیونکہ سوامی دیانند صاحب نے یجروید ۱۹/۸۸ کے بھاشں میں صاف لکھدیا ہے کہ

"عورت مرد گربھادان (صحبت) کرتے وقت باہمی ملکر محبّت میں میں سرشار ہو کر آنکھ کے ساتھ آنکھ من کے ساتھ من جسم کے ساتھ جسم ... جس سے بدصورت اور لنگڑی لولی وغیرہ اولاد نہیں ہو گی۔"

اگر کسی آریہ دوست کے ہاں بدصورت یا بیمار اولاد پیدا ہوتی ہے تو اس کا صریح یہ مطلب ہے کہ اُسنے سوامی جی کی ہدایت پر عمل نہیں کیا۔ اس لئے اس شق پر تو آریہ سماج کو کوئی بحث ہی نہ کرنی چاہیئے۔

رہی دوسری شق۔

کہا جاتا ہے اعلیٰ پُن اور اعمال حسنہ کے بجالانیسے انسان راجہ مہاراجہ بنجاتا ہے۔ آؤ! اب ہم ذرا اس کی معقولیت یا عدم معقولیت پر غور سے کام لیں۔ اگر راجہ کی پدوی واقعی اعمال صالحہ کا نتیجہ اور ثمرہ تھی تو کیوں راجہ بھرتری نے راج سنگھاسن پر لات ماری۔ کیوں عارف بدھ نے تخت شاہی سے دوری اختیار کی۔ پھر آپکے ہاں تو یہ مثل مشہور ہے

تپتوں راج راجوں نرک۔

یعنے عبادت الٰہیہ سے حکومت اور حکومت سے دوزخ ... بتلاؤ! اگر نیک کاموں کا ثمرہ راج ہے تو راج کا ثمرہ آپکے ہاں خدا سے دوری

بتلایا گیا ہے وہ چیز جس کے حصول سے انسان قرب الٰہی سے دور اور دور چلا جائے۔ تو پھر ذرا اس امر پر غور کیا جاوے کہ ایسی پدوی یا درجہ کے حصول کیلئے انسانی قلب میں کس طرح اور کیسے جوش یا خواہش پیدا ہو سکتی ہے۔

اور اگر اعمال صالحہ کا نتیجہ مہاراجہ بننا ہے تو آخر آریہ صاحبان میں ضرور اگر زیادہ نہیں تو کم اصحاب اعمال صالحہ بجالاتے ہونگے۔ اور اگر وہ آریہ سماج کے کلیہ کے مطابق راجہ مہاراجہ بنتے تو اس وقت آریہ راجہ مہاراجہ مفقود ہیں زیادہ تر اناریہ راجہ مہاراجہ ہیں۔ تو ایسے اعمال صالحہ کے بجالانے کا کیا فائدہ جس سے انسان آریہ سے اناریہ بنجائے اور بجائے ویدوں کے کسی اور کتاب کا متبع ٹھیرے۔ کیا کوئی آریہ دوست اس سوال پر توجہ کریگا۔

پھر یہ کہنا کہ جسقدر آرام اور سکھ وغیرہ ہیں دراصل پچھلے جنم کے اعمال کا نتیجہ ہیں۔ یہ صریح خلاف واقعہ اور بعید از عقل ہے۔ ہوا پانی آگ۔ برق۔ بارش۔ چاند۔ سورج۔ ستارے سیارے غرضیکہ جسقدر اشیاء ضروریہ پائی جاتی ہیں۔ جن کے بغیر انسانی زندگی محض بیکار اور عضو معطل یا زیست ناممکن ہے اب فرمایئے کہ یہ چیزیں پہلے تھیں یا انسان یہ امر واقعہ ہے کہ انسانی بقا کے لئے آگ ہوا پانی وغیرہ کا پہلے ہونا ازبس ضروری اور لازمی ہے۔ ورنہ انسانی زندگی ایک منٹ بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ اور پھر اس امر کے ماننے سے سب سے بڑھ کر جو نقص لازم آتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے اور اسکا تصور کرتے ہی ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ کیا کہ اس دنیا کی بقا اور اسکے قائم رکھنے کے لئے گناہ ہونیکی اشد ضرورت ہے۔ اگر کوئی گناہ کرے تو وہ اس دنیا میں گیہوں۔ جو۔ مٹر۔ چنے وغیرہ بنے جسکو ہم کھائیں اور ہماری زندگی قائم رہے۔ اگر کوئی گناہ کرے تو وہ ببول شیشم اور دیار وغیرہ بنے جس کو ہم کاٹیں اور مکان بنائیں اسمیں آرام کریں اور ہماری زندگی قائم رہے۔ کوئی گناہ کرے تو دوسرے جنم میں آکر گائے اور بھینس وغیرہ

۲ بقول تناسخ کے ماننے والوں کے

بنے ہم دودھ پئیں اور ہماری زندگی قائم رہے۔ کوئی گناہ کرے تو وہ گھوڑا وغیرہ بنے تو پھر ہم اسپر سواری کرکے آرام و آسائش حاصل کریں۔ غرضیکہ اگر ہم تناسخ کے عقیدہ کو مان لیں تو دُنیا میں گناہ کا ہونا لازمی اور ضروری ٹھیرتا ہے جس کے بدوں یہ دنیا کا سلسلہ ایک منٹ بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ وہ عقیدہ جس کے قیام کے لئے گناہ ہونا لازمی اور ضروری ٹھیرتا ہے اس سے جسقدر جلد دست برداری کی جائے اتنا ہی اچھا ہے۔

تناسخ کے لئے گناہ کی ضرورت

میں اس بات پر روشنی ڈال چکا ہوں کہ اگر "آواگون" کے مسئلے کو درست تسلیم کر لیا جاوے تو اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم اپنی ضروریات کے بہم پہنچانے کے لئے گناہ کریں۔ کیونکہ ہمارے ارد گرد کے تمام چرند۔ پرند اور حیوانات کے علاوہ گھاس پات۔ پھل پھول۔ کندمول اور درخت وغیرہ ہمارے گناہ ہونے کا نتیجہ ہیں اور یہ ہمارے ہی بھائی بند ہیں۔ جو اپنے پچھلے گناہوں کی سزا میں ان جونوں میں گئے ہیں اور ہماری خوراک بن رہے ہیں۔ گویا ایک طرح اس مسئلے کی موجودگی میں ہم بدترین قسم کے مردم خور ہیں۔ کیونکہ کوئی نہیں کہ سکتا کہ جس مُولی یا گاجر کو یا جس ساگ پات کو وہ بڑے مزے سے کھا رہا ہے وہ پچھلے جنم میں اوسکا عزیز بیٹا یا ماں یا بہن نہیں تھے۔ جو کہ کسی بداعمالی کیوجہ سے مولی گاجر ساگ پات کی جون میں پڑکر آج اس کی داڑھوں کے نیچے چبائے جا رہے ہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ جس گھوڑے۔ گدھے یا خچر کی پیٹھ پر وہ آج سواری کر رہا ہے اور اسکے ہنٹر رسید کر رہا ہے وہ پچھلے جنم میں اسکا کوئی عزیز دوست یا پیارا بیٹا یا شفیق باپ مہربان ۔ ۔ ۔ نہیں تھے جو کہ اپنے کسی

بُرے فعل کی بدولت آج گھوڑے یا گھوڑی۔ گدھے یا گدھی کی جون میں پڑکر اوسکے ہنٹروں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ دیودار۔ شیشم یا کیکر کے جس درخت کو وہ آرہ سے چرواکر اپنے گھر کی چھت کا ستون بنوا رہا ہے یا کواڑ تیار کروا رہا ہے۔ وہ دیودار یا شیشم یا کیکر اس کے پچھلے جنم کے کوئی ماں یا باپ یا بھائی بہن نہیں تھے جو کہ اپنی بدقسمتی سے آج دیودار شیشم یا کیکر کی جون میں پھنس کر اوسکے ہاتھ سے سینہ فگار ہو رہے ہیں۔ اور چیرے جا رہے ہیں۔ الغرض اواگون یا تناسخ کے مسئلے کی موجودگی میں ہمیں اپنی تمام انسانی ضروریات کے پورا کرنیکے لئے اپنے ہی بھائی بندوں کے گناہوں پر انحصار کرنا پڑتا ہے اور اس مسئلے کی موجودگی میں دنیا کا قیام گناہ پر ماننا پڑتا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا کہ یونیورسٹی کے ایک گریجوایٹ نے جو کہ اس سوسائٹی کا جوشیلا ممبر ہے جو کہ اواگون کے مسئلہ کا قائل ہے اپنی پارٹی کے اخبار میں ایک مضمون شائع کیا تھا۔ جو کہ بہت دلچسپ تھا چنانچہ میں اس کو یہاں پر نقل کردینا ضروری ہے اور وہ مضمون یہہ ہے۔

دُنیا میں پاپ کی ضرورت ہے

"آج جس مضمون پر میں قلم اوٹھانے لگا ہوں وہ مذہبی دُنیا کے لئے واقعی ایک ناخوشگوار اور نیا مضمون ہے۔ دنیا میں تمام مذاہب کی اندرونی اور بیرونی کوششیں پاپ یا گناہ کی ہستی کو مٹانے میں خرچ ہوئی ہیں اور ہورہی ہیں۔ سنجیدہ اور خدا رسیدہ لوگوں نے اسبات کا فیصلہ دیدیا ہے کہ سکھ کی پراپتی نہیں ہوسکتی۔ جب تک کہ پاپ کو جڑ سے اُکھیڑ دیا جائے اور اسکی جگہ پُن یا نیکی کا خوشنما پودا اپنی جگہ نہ پکڑے۔ شروع دُنیا سے لے کر

آج تک گناہ کے برخلاف مختلف لوگوں نے مختلف طریقوں سے جہاد جاری رکھا ہے۔ لیکن گناہ کی زبردست اور امٹ طاقتوں کے سامنے انسانی جدوجہد بالکل بے سود ثابت ہوئی ہے۔ جائے تعجب ہے کہ انسانوں اور مذہبوں کی مجتمع لگاتار اور ان تھک کوششوں کے باوجود بھی پاپ کا راج آج دُنیا کے ہر ایک تختہ اور طبقہ میں رائج ہے اور اُسکا سکہ اور رعب ہر ایک دل پر طاری ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس زمانے میں پاپ کی حمایت میں آواز اوٹھانا خود کو مذہبی ملاؤں کے دربار میں گردن زدنی بنانا ہے۔ لیکن میں اسوقت مذہبی یا دھارمک بحث میں نہیں پڑنا چاہتا میرا مُدعا فقط پاپ کی ہستی اور ماہیت پر فلسفانہ بحث کرنا ہے۔ اور چونکہ آپ کا اخبار آریہ گزٹ ویدک دھرم کا پرچہ ہے۔ اسواسطے میں ویدک دھرم کے عقائد کے مطابق ہی آج آپ کے اور آپ کے ہم مذہب فلاسفروں کے سامنے پاپ کی ضرورت کا سوال پیش کرتا ہوں۔ امید ہے سخن سنج اصحاب میری تحریر کو فقط مجذوب کی بڑ تصور نہ فرماتے ہوئے میرے سوال کا سنجیدگی اور معاملہ فہمی سے جواب دیکر مشکور فرماوینگے۔

اواگون کیا ہے

اصول تناسخ ویدک دھرم کی جان ہے۔ اور یہ اصول کرموں کے مسئلے پر مبنی ہے۔ کرموں کے متعلق ویدک سدھانت یہ ہے کہ انسان کرم کرنے میں سوتنتر ہے۔ اور پرماتما موت کے بعد اُس کی روح کو اُس کے کرموں کے مطابق دوسرے قالب میں بھیجدیتا ہے۔ ان مختلف قالبوں کی تعداد ویدک علم تعداد کے مطابق چوراسی لاکھ بتائی جاتی ہے۔ اور ان سب قالبوں میں سے بہتر اور افضل قالب انسان کا سمجھا جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے منش یونی از بس کوششوں اور نیک اعمالوں کا نتیجہ ہے۔ اور اس قالب میں جو روح آکر بُرے کرم کی مرتکب ہوتی ہے اسکو پرماتما سزا دیکر دوسرے نیچے درجہ کے قالب میں بھیجد یتے ہیں۔گو یہ امر صاف ہے اور جس پر ہر ایک ہندو اور آریہ سماجی کا کامل یقین ہے کہ دنیا میں تمام جاندار پرماتما کے قید خانے ہیں ہیں جسمیں خدا روح کے قیدیوں کو اپنے خدائی قانون کے مطابق خاص حالت اور مدت تک بند کر دیتا ہے اور ہم روزمرہ سُنتے ہیں کہ جو ذی روح ہمکو صفحۂ زمین پر نظر آتے ہیں یہ سب گنہگار ہیں اور اپنے اعمالوں کی سزا بھگت رہے ہیں۔ یہہ خیال ہے جو ہندو مذہب کے عقائد کا زبردست جزو ہے۔ اب قدرتی طور پر ایک سوچنے والے دماغ میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہہ ساری سرشٹی اور

دُنیا پاپ کا ظہور ہے

میرے ادنے خیال میں اس انوکھے سوال کا جواب مثبت میں ملیگا کیونکہ مسئلہ کرم اور آواگون کی رو سے دنیا میں تمام جاندار انسان گھوڑا ہاتھی چڑیا۔ سانپ۔ کیڑے غرضیکہ درخت اور بستر پات وغیرہ تک اپنے کرموں کو پھل بھوگ رہے ہیں۔ اور اس امر سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ اگر یہ تمام روحیں پچھلے جنموں میں پاپ کرم نہ کرتیں تو آج ان مختلف قالبوں کے بندی خانوں میں مبتلا نہ ہوتیں۔ یعنے دوسرے لفظوں میں اگر روحیں پاپ نہ کرتیں تو دُنیا میں آج اتنی جاندار ہستی ہمکو دکھائی نہ دیتی۔ تھوڑی دیر کے لئے خیال فرماویں کہ اگر آج دُنیا میں ہر ایک انسان یک لخت پاپ کرنا چھوڑ دے اور حیوان اور دیگر چھوٹے جانور جو چوراسی لاکھ طریقوں سے قید میں سڑ رہے ہیں اپنی اپنی سزائیں بھگت کر آزاد

ہو جائیں تو دنیا کا کیا نظارہ ہو گا۔ ویدک دھرمی صاحب جھٹ جواب دے دینگے کہ بس سب مُکت ہو جائیں گے۔ لیکن اس جواب سے اُنپر ایک اور زبردست اعتراض عائد ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ویدک نیم کے مطابق جب پرلے کے بعد سرشٹی اُتپنّی ہوگی تو اسوقت پرماتما کس کے لئے اور کس طرح سے سرشٹی کو پیدا کریں گے۔ تاکہ مُکت آتمائیں اپنی نجات کی محدود میعاد ختم کر کے پھر سنسار میں منش یونی کو دھارن کرینگی۔ اچھا اب ذرا اسوقت کا نظارہ آنکھوں کے سامنے لادیں۔ اُسوقت

خدا کے قیدی

یعنے بیل۔ گائے۔ بھینس۔ گھوڑا۔ ہاتھی اور دیگر چوراسی لاکھ جانور جو ہر زمانے میں حضرت انسان کی زندگی کے لئے ازبس ضروری ہیں۔ بالکل موجود نہیں ہونگے۔ یہاں تک کہ دنیا میں درخت اور سبزیات تک نظر نہیں آئیں گے۔ کوئل کی میٹھی آواز مینا کی خوش آئند باتیں۔ بلبل کے دل سوز ترانے اور گائے کا شیریں دودھ۔ میٹھے آم۔ انار۔ بھاجی۔ سبزی۔ آلو۔ بناسپتی غرضیکہ سب انسانی ضروریات صفحۂ دُنیا سے مفقود ہونگی۔ میرے خیال میں اگر اس مضمون کو مطالعہ کرنیوالے صاحب اگر چند منٹ اپنے تصوّر میں ایسے دردناک اور ڈراؤنے نظارے کا نقشہ جمائیں۔ تو اُن کو پتہ لگ جائیگا کہ دنیا محض ایک خلا ہو گی جس میں چند سسکتی ہوئی انسانی روحیں تڑپ تڑپ کر اپنی جان دے دینگی۔ افسوس کہ پرماتما کا سب سرشٹی نیم آن کی آن میں ملیامیٹ ہو جائیگا۔ اور پرماتما اپنے سبھاوک گُن کے انوسار کارروائی کرنے سے قاصر رہ جائیں گے۔ نہ کرم ہونگے نہ کرموں کا پھل دینے والا۔ نہ باپ ہو گا نہ بیٹیا۔ ستارے اور چاند حسرت سے سوکھی زمین پر نگاہیں ڈالکر اداسی سے آہیں کھینچیں گے۔ اور آفتاب بیچارہ بھی اپنا سا منہ لے کر نظام شمسی میں

کھڑا ہا کریگا۔ نہ رعایا ہوگی نہ خدائی بادشاہت غرض کہانتک بیان کیا جائے یہ فسانہ بڑا دردناک ہے اسلئے ہم قدرتی طور پر اس نتیجے پر پہونچتے ہیں۔ خدا کی بادشاہت۔ دنیا کی ہستی۔ انسانی کاروبار۔ نیچر کے خوشگوار اور دلربا نظارے قائم رکھنے کے لئے

پاپ انسانی زندگی کا ضروری جزو ہے

راقم

ایک متلاشی از انند پور (آریہ گزٹ)

پنڈت دیانند کا سنیاس عملی کسوٹی پر

عام طور پر آریہ لوگ غیر مذاہب والوں کے منہ آیا کرتے ہیں کہ فلاں مذہب کے ہادی نے روپیہ سے محبت کی۔ فلاں نے دنیا کیلئے جنگ کی۔ فلاں نے شادی کی۔ فلاں لالچی تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر ہمارے رشی اور مہارشی پورے تیاگی تھے جنھوں نے دنیا کی تمام خواہشات پر لات مار کر سنیاس یعنی فقیری جامہ پہنا۔ بظاہر تو یہ سوال دلربا معلوم ہوتا ہے۔ مگر آؤ اب ہم ذرا واقعات کے ساتھ اس دعویٰ کا مقابلہ کریں۔ کہ یہ دعویٰ واقعات کی کسوٹی پر کہانتک پورا اترتا ہے:۔

سنیاسی کے علامات ستیارتھ پرکاش کے پہلے ایڈیشن جو ۱۸۷۵ء میں چھپا تھا اس کے پانچویں باب میں ویدوں کے احکام کے موافق سنیاس کے طریق کی نسبت جو کچھ بیان کیا ہے اس کے ساتھ ہم سوامی جی کے سنیاس کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ معلوم ہو جاوے کہ سوامی

صاحب کہانتک اپنے دعوٰی پر پورے اُترتے ہیں :-
ستیارتھ پرکاش کے ۱۵۹ صفحہ پر ویدوں سے سنیاسی کے لئے یہ ہدایت دی گئی ہیں جو مرقومہ ذیل تینوں خواہشوں میں بندھا ہوا نہ ہو۔ وُہی سنیاسی ہو تاہی
اوّل دنیا کے لوگ ہجو کریں۔ یا تعریف کریں تو اسکے دل میں کچھ خوشی اور افسوس نہو۔ اور جتنے دنیا کے وشئے بھوگ ہیں۔ عورت روپیہ۔ ہاتھی چتدن وغیرہ ان کو حقیر جانے۔
دوم۔ دولت جمع نہ کرے اور دولتمندوں کی تعریف نہ کرے یہ سنیاسی کی نشانی ہے :-
سوم۔ اپنے لڑکوں سے موہ نہ کرے۔ یہ سنیاسی کی نشانی ہے اور جو سنیاسی ہوتا ہے اس کو دُنیا کے متعلق کسی کاروبار کا کرنا ضروری نہیں"
اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ سوامی جی اپنے پیش کردہ معیار اور کسوٹی پر پرکھنے سے بھی سنیاسی ثابت نہیں ہوتے :-
پہلی دو خواہشوں کے ضمن میں جس میں روپیہ کی خواہش اور اس کے اکٹھا کرنیکا ذکر موجود ہے۔ وہ خواہش رشی جی میں صرف معمولی طور سے نہ تھی بلکہ اسقدر زوردار تھی کہ اُنہوں نے روپیہ اکٹھا کرنے میں بڑے بڑے دولتمندوں اور راجوں کو اپنی طرف کھینچا اور جسقدر وہ روپیہ اکٹھا کرنیکے لئے کوشش کرتے رہے وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ جب سوامی جی مرے تو لاکھ روپیہ سے زیادہ کی جائداد چھوڑ گئے۔ اور پھر جو اس کے بعد یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ سنیاسی کیلئے کسی کاروبار کا کرنا ضروری نہیں۔ اگرچہ یہ اصول عام ہندو سنیاسیوں کے لئے صادق آسکتا ہے۔ مگر خود پنڈت جی کا اس کے خلاف عمل تھا۔ چنانچہ پنڈت صاحب دُنیا داروں کی طرح ملازم رکھتے۔ ایک بہت بڑا پریس جاری کر رکھا تھا۔ کتابیں چھاپتے تھے اور اسپر یہ عبارت لکھدیتے تھے کہ ان کتابوں کو کوئی اور نہ چھاپے۔ باقی رہا لڑکوں بالوں سے موہ سوامی

جی کا کوئی لڑکا بالا تھا ہی نہیں تو وہ محبت کس سے کرتے - ہاں روپیہ جی مہاراج سے سوامی جی کو اسقدر محبت تھی کہ روپیہ کی وصولی کے لئے عدالت تک جانے سے گریز نہ کرتے تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سوامی جی اپنے قائم کردہ اصولوں کے مطابق بھی سنیاسی نہ تھے۔

(۲) پھر ستیارتھ پرکاش کے ۱۶۲ صفحہ پر لکھا ہے۔

کپال یعنی بھیکھ مانگنے کا برتن درخت کی جڑ میں قیام اور برے کپڑے اور سب کے اوپر یکساں خیال کرنا کسی سے محبت اور نہ کسی سے دشمنی۔ یہ سنیاسی کے علامات ہیں۔

اب ہم ان علامات کے ذریعہ پنڈت دیانند صاحب کے سنیاس کا امتحان کرتے ہیں تو ہم صاف دیکھتے ہیں کہ وہ ان علامات کے لحاظ سے بھی سنیاسی نہ تھے۔ اوّل بجائے کپال یعنی کاسۂ گدائی رکھنے کے وہ آریہ سماج قائم کرنے کے بعد رسوئی کے لئے اچھے اچھے خوبصورت برتن رکھتے تھے۔ اور بجائے ہر روز بھیک مانگ کر لانے کے ہر روز اپنے نوکروں کی معرفت اچھے سے اچھے کھانے پکواتے تھے۔

دوم بجائے کسی درخت کے نیچے بیٹھ رہنے کے عمدہ سے عمدہ سجی ہوئی کوٹھیوں میں ٹھہرتے تھے۔

سوم۔ بجائے برے کپڑوں کے عمدہ سے عمدہ ریشمی کپڑے پہنتے تھے۔

چہارم کسی سے محبت اور کسی سے بیر نہ رکھنے کی بجائے اپنی پالیسی پر چلنے والوں سے محبت اور اپنے مخالفوں سے دشمنی رکھتے تھے۔ پس ان علامتوں کے لحاظ سے بھی پنڈت صاحب سنیاسی نہ تھے۔

پھر ستیارتھ پرکاش کے ۲۶۴ صفحہ پر لکھا ہے (۱) جو کوئی غضب ظاہر کرے اس پر سنیاسی غضب نہ کرے (۲) جھوٹ کبھی نہ کہے یعنی سنیاسی ہمیشہ سچ ہی بولے" (۳) ایک ہی پاتر رکھے (۴) ایکدفعہ بھکشا کرے۔

اب ان علامات کے لحاظ سے بھی پنڈت دیانند جی سنیاسی نہ تھے اوّل امر یہ کہ سنیاسی غصہ نہ کرے۔ مگر واقف کار لوگ خوب جانتے ہیں کہ پنڈت صاحب میں کس قدر غصہ تھا۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ ۱۵ر جولائی سنہ ۱۸۸۶ء کے آریہ گزٹ میں لکھا تھا۔ کہ ایک دفعہ پنڈت جی اجمیر میں لیکچر دے رہے تھے اور ہزار ہا آدمی موجود تھے۔ اسوقت وہاں کا بڑا معزز عہدہ دار صاحب حکومت بیٹھا ہوا تھا۔ اثناء لیکچر یا دیا کھیان میں اُس نے سوامی جی کو کہا کہ آپ اپنے لیکچر میں نرم الفاظ استعمال کریں۔ جسکا پنڈت جی نے یہ جواب دیا۔ ارے تو سنسکرت بدیا سے بالکل موڑھ ہے۔ شاستر ارتھ تیرے کو معلوم نہیں۔ تو اپنے من میں سمجھتا ہو گا کہ سوامی دیانند سرسوتی ایک فقیر ہے اور میں بڑا آدمی ہوں۔ یہ یاد رکھ کہ میں تیرے کو ایک کیڑے کی ٹانگ کا ہزارم حصہ بھی نہیں سمجھتا۔ اور میں پھر سمجھا میں کہتا ہوں کہ کسی پورب جنم کے پن پرتاپ سے تیرے کو یہ رُتبہ مل گیا ورنہ تو تو ایسا دھرم بھرشٹ آدمی ہے کہ تیرا متہ دیکھنا جوگ نہیں"۔ اُف ایسا غضب اور سنیاسی کے مُنہ سے۔ توبہ! اور پھر صاحب حکومت کے سامنے تعجب۔ حیرانی !!!

دوم یہ امر کہ سنیاسی کبھی جھوٹ نہ بولے۔ اسپر بھی پنڈت صاحب کا عمل نہ تھا۔ اپنے مطلب کے لئے.......... اس کے واسطے زیادہ غور و فکر کی ضرورت نہیں۔ پنڈت دیانند کے وید بھاشیہ کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھ جاؤ۔ اسکے بعد آپکو بخوبی معلوم ہو جائیگا کہ وہاں کسقدر گپوڑوں سے کام لیا گیا ہے۔ سوم یہ کہ صرف ایک ہی پاتر یعنی کاسۂ گدائی رکھے۔ مگر سوامی جی ایک پاتر تو نہ رکھتے تھے۔ ہاں ایک پاتر کی بجائے کثرت سے برتن رکھتے تھے۔ چہارم یہ کہ ایک دفعہ بھکشا کرنے کی جو ہدایت ہے اس پر بھی ان کا عمل نہ تھا۔ عمدہ عمدہ بھوجن کے آپ بڑے عاشق تھے۔

پھر آگے چلکر ستیارتھ پرکاش کے ۱٦٦ صفحہ پر لکھا ہے۔ کہ "ہاڑجس کا ستون ہے ناڑیوں سے بندھا ہؤا ماس اور خون کا اوپر سے لیپن اور چمڑے سے ڈھکا ہؤا اوپر سے بدبودار پیشاب اور پاخانہ سے بھرا ہؤا۔ بڑھاپے اور دُکھ سے جڑا ہؤا بیماری کا گھر پیاس وغیرہ تکلیفوں سے ہمیشہ بیقرار اور ہمیشہ حیض کی طرح . . . . . اور سب بھوتوں کا قیام ایسا جو یہ جسم ہے۔ اسکو سنیاسی یوگ ابھیاس سے چھوڑ دے" اس ہدایت کے لحاظ سے بھی پنڈت دیانند صاحب سنیاسی نہ تھے۔ کیونکہ اُنہوں نے جوگ ابھیاس سے جسم نہیں چھوڑا۔ بلکہ ایک مہینہ کی لگاتار بیماری سے ان کا جسم ان کی روح سے الگ ہؤا۔ اور وہ بھی صرف ٦٠ سال کی عمر میں ہی۔ حالانکہ پنڈت دیانند کے قول کے موافق جوگی اور سنیاسی کی عمر چار سو برس کی ہو سکتی ہے۔ مگر آپ اپنے جوگ اور اس ویدک پرارتھنا کی بدولت ہی ایشور ہمیں سو برس زندہ رکھو اپنی عمر کا چار سو برس کی تو ایک طرف رہا سو برس کی بھی نہ بنا سکے۔ پھر آگے چلکر ستیارتھ پرکاش کے ۱۷۳ صفحہ پر سوامی صاحب لکھتے ہیں "جیسی مصیبت روپیہ کے رکھنے میں گرہستیوں کو ہوتی ہے۔ اس سے کئی درجہ زیادہ روپیہ رکھنے میں سنیاسیوں کو ہوتی ہے۔ کیونکہ گرہستیوں کے استری لڑکے اور نوکر وغیرہ حفاظت کرنیوالے ہوتے ہیں۔ اور سنیاسی کا کوئی نہیں۔ اس لئے سنیاسی کو دھن جمع نہیں کرنا چاہیئے اور جو رکھیگا سو مکتی کو نہ پا کر دنیا میں گر پڑیگا۔ اب اپنی اس تحریر کے موافق ہی پنڈت دیانند صاحب سنیاسی نہ تھے۔ کیونکہ وہ صرف جسم کے گذارہ کے لائق روپیہ نہیں رکھتے تھے بلکہ ہزاروں سے گذر کر لاکھ روپیہ کی جائداد پیدا کر رکھی تھی۔ بقول بعض آریہ تحریروں کے پنڈت دیانند صاحب جو ویدک پریس اور کتب وغیرہ چھوڑ گئے وہ لاکھ روپیہ سے بھی زائد کی جائداد تھی۔ اور نقد روپیہ اور سامان کو اس کے علاوہ سمجھنا چاہیئے۔ پس اسقدر روپیہ اپنے پاس رکھکر وہ خود اپنے قول

کے موافق سنیاسی نہ تھے بلکہ جیساکہ ان کے فقرے کے آخری الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ "جو جسم کے گذارہ سے زیادہ رکھیگا وہ مُکتی کو نہ پاکر دُنیا میں گر پڑے گا"۔ اب آپ خود ہی سمجھ لیں کہ سوامی جی اپنے قول کے موافق ہی مُکتی خانہ میں گئے یا دنیا میں گرے ؟

آرین کُتب میں شُدّھی کا دروازہ بند ہے

اسوقت چار دانگ عالم میں آریہ سماج نے شدّھی کا شور برپا کر رکھا ہے بظاہر ہمارے لئے اسمیں کوئی بُرا ماننے کی بات نہیں کیونکہ جسطرح ایک مسلمان کو یہ حق ہے کہ وہ دوسرے غیر مسلم کو احسن طریق سے مسلمان بنائے۔ اسیطرح ایک غیر مسلم کو یہ حق ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے مذہب میں اوروں کو شامل کرے۔ مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ آریہ سماج جو شدّھی کا راگ الاپ رہا ہے یہ اسکے حال کی اختراع اور ایجاد ہے یا ویدوں کی قدامت کی طرح یہ بھی قدیم ہی ہے۔ اور ویدک دھرم کے بزرگان اسلاف میں بھی اسکا پتہ چلتا ہے یا نہیں۔ وید سمرتی پران اور آریہ سماج کی مسلمہ کتب بھی اسکا ساتھ دیتی ہیں یا نہیں۔ اگر آریہ سماج کی مسلمہ کتب اور انکے بزرگان اسلاف میں اسکا نمونہ ۔ ۔ ۔ ۔ پایا جاتا ہے تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ ہمارے لئے کوئی بُرا ماننے کی بات نہیں اور اگر نہیں جیساکہ واقعات اور آریہ سماج کی مسلمہ کتب کے نوشتوں سے ظاہر ہے تو انصاف اور حق جوئی اور حق گوئی اس امر کا ہر ایک انسان سے مطالبہ کرتی ہے کہ آریہ سماج اس تحریک سے جسقدر جلدی ممکن ہو سکے ہاتھ اُٹھا لے۔ جسکا ذکر ان کی مسلمہ کتابوں میں اشارۃً اور کنایۃً بھی نہ پایا جاتا ہو اور نہ اس مذہب کے بزرگان اسلاف ایسا ۔ ۔ ۔ ۔ نمونہ

پیش کرتے ہوں۔ اور اگر آریہ سماج کسی مصلحت سے شدھی کی تحریک سے ہاتھ اوٹھانے سے معذور ہے تو چاہیئے کہ بجائے ایسی کتابوں کا دم بھرنے کے جنمیں شدھی کا نام نہیں وہ اپنے لئے اور کوئی ایسا راستہ اختیار کرے جسمیں ایسی نیک اور عمدہ تحریک کی تعلیم اور سکشا پائی جاتی ہو۔ ورنہ جیسا کہ گذشتہ دنوں سوامی شردھا نند نے یہ کہا ہے کہ جب تک ہم اچھوت اقوام یا نو مسلم راجپوتوں کو اپنے ساتھ نہیں ملاتے تب تک ہم سوراجیہ حاصل نہیں کر سکتے۔ جسکا یہ مطلب ہے کہ یہ صرف ایک سیاسی تحریک ہے نہ مذہبی۔ ایک وقت تھا جب مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے سیواجی نے بھی اچھوت اقوام کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ مگر وقت نکل جانے اور مطلب حاصل کر لینے کے بعد پھر ان اقوام کو دھتکار دیا گیا تھا۔ اب پھر موقع گذر جانے کے بعد خوشی اس واقعہ کو دوبارہ دُہرایا جا سکتا ہے اور گھمنڈی لوگ مطلب حاصل کر لینے کے بعد بخوشی ان اشدھ ہونیوالوں کو خواہ وہ اچھوت ہوں یا نو مسلم اچھوت ہوں۔ مکھن سے بال کی طرح الگ کر سکتے ہیں کیونکہ ان کی مذہبی کتابیں اس امر کی اجازت نہیں دیتیں یہی وجہ ہے کہ باوجود زیادہ سے زیادہ ڈینگیں ہانکنے کے بھی آریہ سماج وغیرہ اشدہ شدھوں سے کوئی روٹی بیٹی کا تعلق پیدا کرنیکے لئے تیار نہیں ہو سکتی چنانچہ اخبار عام اور دیگر سناتنی پنڈتوں نے یہ کہہ بھی دیا ہے کہ ہم اشدہ شدھوں سے کوئی روٹی بیٹی کا تعلق نہیں رکھ سکتے۔

اب ہم اس اصول کو مدنظر رکھ کر آریہ سماج کے حال کی کل مسلمہ کتابوں پر ایک سرسری نظر ڈالنا چاہتے ہیں اور ایک محقق اور ثالث کی حیثیت سے آریہ سماج کی کتابوں میں یہ تلاش کرتے ہیں کہ اس تحریک کا ذکر آریہ سماج کی کتابوں میں کہاں تک پایا جاتا ہے۔

اب ہم یہاں بھگوان منو کے وہ شلوک پیش کرتے ہیں جسے سوامی دیانند جی مہاراج نے ستیارتھ پرکاش باب ہشتم کے آخیر پر تناسخ کا ثبوت لوگوں کے

سامنے پیش کرنیکے لئے بھگوان منو کے ان شلوکوں کو بطور سند اور سرٹیفکیٹ کے پیش کیا ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکیں گے کہ بھگوان منو کے وہ شلوک کیسے معتبر اور قابل وثوق ہیں۔ اور پھر سوامی دیانندجی ۔ ۔ نے انہیں اپنے بیان کی مضبوطی اور واضح کرنے کے لئے ستیارتھ پرکاش کے باب ہشتم میں درج کر کے ان کے معتبر ہونے پر اور بھی چار چاند لگا دیئے ہیں۔ نیز ستیارتھ پرکاش سے جو حوالہ پیش کیا جائیگا وہ ہمارے سماجی دوستوں کیلئے بدوں کسی شک و شبہ کے قابل وثوق اور قابل یقین ہوگا کیونکہ ستیارتھ پرکاش آریہ سماج کے نزدیک وہ بے نظیر کتاب ہے کہ جب سنہ ۱۹۱۱ء میں حضور شہنشاہ جارج پنجم نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے ہندوستان کو شرف بخشا تھا تو اسوقت ہمارے آریہ دوستوں نے بجائے کسی وید کے ستیارتھ پرکاش کا تحفہ حضور انور شہنشاہ معظم کے پیش کرنا ضروری سمجھا تھا۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آریہ سماج کے نزدیک ستیارتھ پرکاش کیسی بے نظیر کتاب ہے۔ اسلئے اپنے دوستوں کی خاطر ہم بھی اسی ہی معتبر کتاب سے حوالجات پیش کرتے ہیں کہ جنمیں شودر یا برہمن کو گذشتہ جنموں کے بد یا نیک اعمال کے مطابق ملنا لکھا ہے۔ سوامی صاحب ستیارتھ پرکاش سمولاس ہشتم صفحہ ۳۳۲ ایڈیشن اردو سنہ ۱۹۰۸ء پر مندرجہ ذیل شلوکوں کو بطور حجت رکھکر بیان فرماتے ہیں۔ شلوک ؎

شریرجیی کرم۔ دوشیر یاتی تنہاوتاں تروہ ؎ واچ کیئہ پکشش مرگیاں مانسرئنا جاتی ناما

مطلب ۔ جو شخص بذریعہ جسم کے چوری دوسرے کی عورت سے مباشرت یا نیک آدمیوں کی ہلاکت وغیرہ بدکام کرتا ہے اسکا جسم درخت وغیرہ متحرک قالبوں میں ہوتا ہے۔ زبان سے کئے ہوئے پاپوں کا عوض پرندا و مرگ (جنگلی چوپایہ) وغیرہ کا قالب اور ہنسی سے کئے ہوئے پاپوں کے بدلے چنڈال وغیرہ کا جسم ملتا ہے۔ (منو ۱۲ و ۹)

اسجگہ بھگوان منو نے یہ شلوک جنم کے متعلق فرمایا ہے اور سوامی دیانند نے جو اسکا ترجمہ کیا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ سوامی صاحب اس مذکورہ بالا شلوک کا ترجمہ فرماتے ہیں کہ جو شخص بذریعہ جسم کے دوسرے کی عورت سے مباشرت کرے وہ درخت اور نباتات وغیرہ کے قالبوں میں ڈالا جائیگا۔ اور زبان سے کیئے ہوئے پاپوں کے عوض پرند اور چرپائے وغیرہ کا جنم ملیگا اور من سے کیئے ہوئے پاپوں کے عوض اگلے جنم میں چنڈال کا جنم ملیگا۔

اب جبکہ بقول منوجی مہاراج اور سوامی دیانند صاحب کے ایشور جی مہاراج نے جنم کے متعلق یہ حدود قائم کردی ہیں تو پھر کون شخص ہے جو اُسے آگے پیچھے اور اِدہر اُدھر کر سکے۔ اگر کوئی آدمی چنڈال ہے تو بقول منوجی مہاراج اور سوامی دیانند کے اپنے پچھلے جنم کے افعال کا نتیجہ بھگت رہا ہے اور خود ایشور جی مہاراج نے اس شخص کو اس قالب میں ڈالا۔ اب سماجی دوستوں کا چنڈالوں وغیرہ کو شدھ کرنا یہ صریح اس سرِ د شکتی مان ایشور کی مخالفت ہے۔ اگر یہ کہا جاوے کہ ہماری دوسری کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے اور ہمارے فلاں رشی کا یہ قول ہے تو صاف ظاہر ہے کہ ایشور جی مہاراج کا کیا ہوا فیصلہ انسان نہیں توڑ سکتا۔ ایک جج کا فیصلہ دوسرا جج نہیں رد کر سکتا اس کے لئے چیف کورٹ کی طرف رجوع لانا ہوگا۔ یہ نہیں کہ ایشور تو کسی انسان کو چنڈال بناوے اور ایک رشی یا مہارشی یہ چاہے کہ اس چنڈال کو برہمن یا چھتری بناوے۔ ناممکن ناممکن از ازل تا ابد؟

دوم:۔ جب ایشور بقول منوجی مہاراج اور سوامی دیانند کے کسی شخص کو چوری یا بدکرداری کیوجہ سے درخت وغیرہ کی جون میں ڈالتا تو کوئی دنیا کی طاقت اس درخت کو شدھ کرکے پرند اور چرند نہیں بنا سکتی۔ اور تو اور درخت

کا پرند بنا تو الگ رہا کوئی طاقت کیکر کے درخت کو آم یا سنگترے کا
درخت نہیں بنا سکتی پس جب ایک کیکر کا درخت آم یا نارنگی کا درخت نہیں
بن سکتا تو کون طاقت ہے جو چنڈال سے برہمن بنا وے جبکہ درخت بھی
بُرے کرموں کا نتیجا و رچنڈال بھی بُرے افعال کا ثمرہ ہے۔ بلحاظ مثلات
کے دونوں کی نوعیت ایک ہی ہے اسی طرح بقول سوامی دیانند اور منوجی
مہاراج زبانوں سے کئے ہوئے کاموں کا عوض پرندا و رچرند وغیرہ ہیں
تم میں سے کسی نے یہ نہیں دیکھا ہوگا کہ دنیا کا کوئی اپا ڈیا کوئی شدھی ایک کوّے
کو جو بقول سوامی دیانندجی مہاراج اپنی بد زبانی کی وجہ سے کوّے کی جون
میں ڈالا گیا ہے اسے ہنس بنا وے تو پھر یہ کس طرح اور کیسے ہو سکتا ہے کہ
ایک وہ شخص جو اپنی بدزبانی یا بدکرداری کیوجہ سے چنڈال کی جون میں ڈالا
گیا ہے۔ وہ شدھ ہوکر ویش یا چھتری اور برہمن وغیرہ بنجاوے ہمارے
شدھی کے حامی دوستوں کو چاہیئے کہ پہلے ایک کیکر کے درخت کو نارنگی کا
درخت اور ایک کوّے کو ہنس بنا دیں۔ اس کے بعد پھر چنڈال کو برہمن بنانے
کی حامی بھریں۔

میرے دوستو! جب کیکر نارنگی اور کوّا ہنس نہیں بن سکتا تو چنڈال
کیسے برہمن ہو سکتا ہے یہ قابل غور سوال ہے آگے اور شلوک ملاحظہ فرمائیں۔

ستھاور راہ کرم کیا سچ متسیاہ سرپاہ کچھاپاہ
پسوشیچ۔ مرگا سچیو جگنیاں تامسن گیتہ

ترجمہ:۔ جو نہایت درجہ کے تموگی ہیں۔ وہ غیر متحرک درخت وغیرہ کیڑے
مکوڑوں مچھلی۔ سانپ کچھوے۔ مویشی اور مرگ (جنگلی چوپایہ) کا جنم
پاتے ہیں۔ منو ۱۲ و ۴۲ شلوک۔"

آگے اور شلوک ملاحظہ فرمائیے

ہستی نسیچ۔ تر نگا سیچ شودرا ملیچھا سیچ گرہتاہ ÷ ہنسا۔ ویاگرہ۔ براہا سیچ۔ مدھا تامسی گیتھ

ترجمہ: جو متوسط درجہ کے تموگنی ہیں۔ وہ ہاتھی گھوڑا شودر ملیچھ اور قابل مذمت کام کرنیوالے۔ شیر۔ پلنگ اور خوک یعنی سؤر کا جنم پاتے ہیں۔ ۱۲ منو
بقول آریوں کے اگر شودر وغیرہ جنم سے نہیں بلکہ کرم سے ہوتا۔ تو گھوڑے ہاتھی وغیرہ کے ذیل میں نہ رکھا جاتا کیونکہ شودر اور گھوڑا وغیرہ کے جنم پانیوالے گناہوں کی نوعیت ایک ہی ہے۔ نوعیت میں سرمو فرق نہیں اگر شودر جو متوسط درجہ کے تموگنی ہونیکے باعث شودر کے قالب میں ڈالا گیا ہے اسی طرح سے گھوڑا جو متوسط درجہ کے تموگنی ہونیکے باعث گھوڑے کی جون میں ڈالا گیا ہے۔ دونوں کی نوعیت گناہ میں سرمو فرق نہیں ہے۔ تو پھر کیا وجہ کہ آریہ شودر کو تو شدھ کرکے چھتری وغیرہ بنالیں۔ اور گھوڑے گدھے کو شدھ کرکے انسان نہ بنا سکیں۔ علاوہ بریں آریوں کا یہ دعویٰ کہ برن یعنی ذاتوں کی تقسیم افعال سے ہے جنم سے نہیں۔ یعنے ایک انسان اگر برہمن کے گھر میں پیدا ہوکر بُرے کام کرے تو وہ آریوں کے نزدیک برہمن نہیں رہیگا۔ مگر سوامی دیانندجی مہاراج اور منو بھگوان کا یہ عقیدہ نہیں تھا۔ منوجی مہاراج اور سوامی دیانند صاحب کہتے ہیں کہ تموگنی ہونے کا نتیجہ آیندہ جنم میں گھوڑا اور شودر وغیرہ کا بننا ہے۔ گھوڑے کے ساتھ مشابہت اس امر کو نہایت توضیح اور تصریح سے بیان کرتی ہے کہ ذات جنم سے ہے۔ کرم اور افعال سے ہرگز نہیں۔ کیونکہ گھوڑا اور شودر بقول سوامی دیانندجی کے دونوں کا گناہ یکساں ہے تو ہم ایک گھوڑے کو کبھی گائے یا بھینس کہنے کے لئے تیار نہیں خواہ وہ دودھ بھی دیتی ہو۔ ہم ایک اونٹ کو کبھی بیل کہنے کے لئے تیار نہیں ہونگے۔ خواہ وہ بیل کی طرح ہل میں بھی جوتا جاتا ہو۔ تو پھر جب ہم اونٹ کو بیل گھوڑی کو بھینس نہیں کہہ سکتے تو پھر شودر کیسے برہمن سمجھا جاسکتا ہے جبکہ بقول سوامی دیانند دونوں کا یعنے گھوڑے اور شودر کا گناہ یکساں اور دونوں ہی متوسط درجہ کے تموگنی ہونیکی

لحاظ سے ایک شودر اور دوسرا گھوڑا بن گیا۔
اب غور فرمایئے۔ شراب نوش اور بدچلن اور موذی ہونا یہ بھی پہلی زندگی یا اعمال سابقہ کا ہی نتیجہ ہے۔ اب جبکہ صورت حال یہ ہے تو آریہ سماجی دوستوں کا بلیٹ فارموں پر کھڑے ہو ہوکر یہ شور مچانا کہ بدچلنی اور زناکاری کو ترک کردو۔ یہ کس طرح زیبا ہے کیونکہ خود ایشور نے انہیں انکے اعمال سابقہ کیوجہ سے شراب نوش بدچلن اور موذی بنا دیا۔ اب کون ہے جو ایشور کے حکم کو ٹال سکے؟ دریں حال آریہ لوگوں کا انہیں شراب نوشی اور بدچلنی وغیرہ سے باز رکھنا یہ ایشور کے حکم کی صریح مخالفت ہے یا نہیں؟ اور ایشور کے حکم کی مخالفت کرنیوالے کیلئے جو سزا سوامی دیانند اور بھگوان منوجی مہاراج تجویز فرماتے ہیں وہ بھی ہمارے آریہ دوستوں سے پوشیدہ نہیں ہوگی۔
اور پھر جبکہ افضل تموگنی ہونیکے باعث ایشور جی مہاراج نے بقول سوامی دیانند صاحب کے ایک شخص کو بدچلنی اور شراب نوشی کے لئے مجبور کردیا تو پھر اس قسم کی بدچلنی اور شراب نوشی ہی ضرور آئندہ جنم میں اپنا اثر دکھلائے گی۔ دریں حال آریہ دھرم میں نجات مشکل کیونکہ شراب نوشی اور بدچلنی انکے گناہوں کا کفارہ نہیں بلکہ ازدیاد کا موجب ہے۔
اب حیرانی در حیرانی یہ ہے کہ اوّل درجہ کے زناکار اور شراب نوش کو شودروں پر ترجیح دی ہے کیونکہ شراب نوش اور زناکار تو افضل درجہ کے تموگنی ہیں اور شودر متوسط درجہ کے تموگنی ہیں۔ بہرحال بقول سوامی جی مہاراج اور بھگوان منوجی کے شودروں سے شراب نوش اور زناکار افضل ہے تو جس صورت میں ایک شودر افضل درجہ کے تموگنی ہی نہیں ہو سکتا۔ فرمایئے وہ برہمن اور چھتری ہوکر مہاتما کیسے بن سکتا ہے اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے۔
بؔ اور جؔ دو شخص ہیں دونوں سے یکساں قسم کا گناہ سرزد ہوا۔ دونو متوسط

درجہ کے تموگنی ہونیکے باعث تب تو شودر کے جسم میں گیا اور بیج گھوڑا بنگیا۔ اب گناہ دونوں کے یکساں ہیں۔ تو اب ظاہر ہے کہ شودر یا گھوڑا جنم سے ہے کرم سے نہیں۔ اگر ایک گھوڑا کام نہ دے اور لیٹا رہے بہر حال وہ گھوڑا ہے۔ اگر ایک گھوڑی دودھ دے بہر حال وہ گھوڑی ہے۔ اگر ایک گھوڑا ہل جوتتا جاوے بہر حال وہ گھوڑا ہے۔ جب کسی گھوڑی کے دودھ دینے پر اور گھوڑے کو ہل جوتنے پر ہم بھینس یا بیل نہیں کہہ سکتے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک انسان کو جیسے بقول سوامی دیانند اور بقول منوجی مہاراج تموگنی ہونیکے باعث شودر تا میں ڈالا گیا ہے۔ ہم اوسے برہمن یا چھتری کہنے لگ پڑیں۔

پھر آگے چلکر سوامی جی کہتے ہیں :۔

چارن سچ سپرن سچ۔ پرشا ئیچیو۔ زامبھکا ۔

رکھیا نسچ۔ پیشا چا یچ۔ تامسی۔ وشوتمان گیو ۔

ترجمہ۔ جو افضل تموگنی ہیں وہ مداح خوان اور جو گیت اور دوہا وغیرہ بناکر لوگوں کی تعریف کرتے ہیں۔ خوبصورت پرند یا کار آدمی یعنے اپنے سکھ کے لئے خود ستائی کرنیوالا راکشش یعنی موذی اور پشاچ یعنے بدچلن لوگ ہونے ہیں جو شراب وغیرہ کی عادت اختیار کرتے ہیں اور غلیظ رہتے ہیں۔ یہ افضل تموگنی اعمال کا نتیجہ ہے۔ (منو ۱۲ و ۴۴)

جہلا ملا۔ نٹا نسچو پرشا شستر برتیاہ ۔

دیوت پان پرسکتا سچہ جگنھیاں راجسی گیہ

مطلب۔ جو بیچ رجوگنی ہیں وہ جہلا یعنی تلوار وغیرہ سے ہلاک کرنیوالے یا کدال وغیرہ سے کھودنے والے ملاح یعنے کشتی وغیرہ کو چلانے والے۔ نٹ جو بانس وغیرہ پر چڑھنے اور اترنے والے اور کودنے کے کرتب کرتے ہیں۔ ہتھیا بند ملازم اور شراب خوری کی عادت وغیرہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔

ایسے ایسے جنم پانا نیچ رجوگن کا نتیجہ ہوتا ہے (منو ۱۲ و ۴۵)

اب خیال فرمائیے کہ نٹ پن۔ شراب نوشی۔ ہتھیار بند مزدور وغیرہ بھی سوامی جی نے جنم سے مقرر کئے ہیں۔ اب حیرانی ہے کہ پھر ...... یہ کہتے ہیں کہ یہ مزدور۔ نٹ۔ بھانڈ وغیرہ کا امتیاز جنم سے نہیں۔ بلکہ افعال سے ہے۔ تبھی تو انہوں نے شدھی کو جائز اور روا رکھا ہے کیونکہ آریہ لوگوں کے نزدیک اگر آج کوئی بھانڈ کا کام کرتا ہے اور کل ہی پرچارک بن گیا تو پھر وہ بھانڈ سے برہمن ہو گیا۔ مگر سوامی دیانند جی اور منو بھگوان فرماتے ہیں کہ یہ بھانڈ وغیرہ کرم سے نہیں بلکہ جنم سے ہے۔ بتلائیے اب کون ہے جو ایشور کے حکم کو بدل دے۔ پھر لکھا ہے۔

راجا منہ چھتری۔ اسچیو۔ ارگیاں چیو پر وہتا
یا ویدہ پر دہانا سچھ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

ترجمہ:۔ جو متوسط درجے کے رجوگتی ہوتے ہیں وہ راجہ کھشتری۔ ورنتھ (اہل سف میں سے) راجاؤں کے پروہت حجت اور مقدمہ بازی کرنیوالے سفیر و وکیل بیرسٹر محکمہ جنگی کے افسر کا جنم پاتے ہیں (منو ۱۲ و ۴۶)

اسجگہ سوامی دیانند نے معمولی حجت باز آدمی کو راجہ سے تشبیہ دی ہے۔ کیا راجہ اور حجت باز کبھی برابر ہو سکتے ہیں۔ ہرگز ہرگز نہیں کیا ویدک انصاف یہی ہے کہ حجت باز اور راجہ برابر اور مساوی ہوں۔ اور دریں حال اگر کوئی آریہ دوست ایک حجت باز کو یہ نصیحت کرے .... کہ تم اس حجت بازی کی عادت کو چھوڑ کر سیدھی راہ اختیار کرو تو کیا وہ یہ کہکر کہ ایشور نے منو ۱۲ و ۴۶ میں مجھے حجت باز بنایا اور پھر جب ایشور کسی کو ایسا بنا دے تو آپ کون ہیں جو ایشور کی دی ہوئی چیز چھوڑ کر کسی دوسری طرف مجھے لاوے بتلائیے دریں حال آریہ لوگوں کی شدھی کی ڈینگ کہاں رہجاتی ہے؟

آریہ سماج مذہبی سوسائٹی ہے یا ایک سیاسی گروہ ہے؟

جیسا کہ اشدھی کے معاملہ میں سوامی شردھانند نے پچھلے دنوں اپنے لیکچر میں یہ کہا کہ جب تک نومسلم راجپوت اور اچھوت لوگونکو شدھی کے ذریعہ اپنے ساتھ نہیں ملایا جائیگا تب تک سوراج حاصل نہیں ہوسکیگا جسکا یہ صاف مطلب ہے کہ یہ اشدھی سیاسی ہے تاکہ مذہبی اسی طرح یہ امر بھی بالبداہت واضح ہے کہ سرے سے ہی آریہ سماج مذہب کی نسبت سیاست میں زیادہ دلچسپی لیتا رہا جس کے لئے حسب ذیل اثبات پر ایک نظر ڈال جانا کافی ہو گا۔

عالمگیر بادشاہت کے لئے دُعا: شری سوامی دیانند صاحب آریہ بھے دنی کو پہلے ایڈیشن کے پرارتھنا نمبر ۳ صفحہ ۲۵-۲۶ میں تحریر فرماتے ہیں۔

”ہے مہا داتا ایشور اگنی آپ کی کرپا سے ... سورن رتن آدی تتھا چکرورتی راجیہ ... میں پراپت ہوں“

اردو ترجمہ :- اے مخبر اعظم آگ ایشور آپ کی مہربانی سے سونا جواہرات وغیرہ اور عالمگیر سلطنت حاصل ہو۔

پھر آگے فرماتے ہیں :-

ہوم رول کیلئے دُعا۔ پرارتھنا۔ ہے اندر پرماتمن ... کسی یدھ میں کھشین ہوکر ہیرا جے کو نہ اگن کرکے نشٹ کردے ہمارے لئے چکرورتی راجیہ اور سوراجیہ دھن کو

سُکھ سے پراپت کرارتھات آپ کی کرپا سے ہمارا راجیہ اور دھن سدا بڑھی کو ہی پراپت ہو۔ آریہ بھے دنی پرارتھنا نمبر ۳۴ صفحہ ۱۲۷ - ۱۲۸۔
اُردو۔ اے خدا کسی لڑائی میں کمزور ہو کر ہم لوگ شکست نہ کھائیں ہمارے دشمن کی طاقت اور بہادری کو تم توڑ پھوڑ کر غارت کر دو۔ ہمیں آسانی سے عالمگیر سلطنت اور شہنشاہت دو۔ یعنے آپکی مہربانی سے ہماری اپنی ہی بادشاہت اور ہماری دولت ہمیشہ ترقی کرتی رہے آگے اور بڑھے۔

پرارتھنا۔ ہے انت بدیا مئے بھگوان سنسار میں ہم سب سے ادھک پرکاشت ہوں اور ایوتیہ پرمنی سے پرم دیر بیر پراکرام نشکنٹک چکرورتی راجیہ ہوگیں۔ آریہ بھے دنی صفحہ ۱۶۵
ترجمہ۔ اے لاانتہا علم والے بھگوان ہم لوگ اس دنیا میں سب سے زیادہ روشن ہوں۔ اور کامل لگاؤ سے سب سے زیادہ اور بے خطر اپنی عالمگیر سلطنت کریں۔
پرارتھنا۔ اے سرب سوامی ایشور......... جبتک جیویں تب تک سدا چکرورتی راجیہ آدی بھوگ سے سُکھی رہیں۔ آریہ بھے دنی پرارتھنا ۱۳ صفحہ ۲۱۵ ترجمہ۔ اے سب کے مالک ایشور ہم لوگ جب تک زندہ رہیں تب تک عالمگیر سلطنت کے سُکھوں سے سُکھی رہیں:۔

کسی غیر ملک کی بادشاہت کے ماتحت نہ رہنے کے لئے آرزو	پرارتھنا۔ ہے مہاراج ادھیراج پرمیشر انیہ دیش باشی راجہ ہمارے دیش میں کبھی نہ ہوں تتھا ہم لوگ پرادھین کبھی نہ ہوں

آریہ بھے دنی پرارتھنا نمبر ۱۳ صفحہ ۲۷۔
اُردو ترجمہ۔ اے احکم الحاکمین غیر ملک کے رہنے والے ہمارے کبھی بادشاہ نہ ہوں اور ہم لوگ کسی غیر قوم کے بادشاہ کے کبھی ماتحت نہ ہوں۔

بدیشیوں کے پاؤں کے نیچے دیسی راجاؤں کا روندا جانا۔	سوامی دیانند کا کلام ہے اب ابھاگیہ ودے سے اور آریوں کے آلسیہ پرماد پرمپرا سے

دروده سے اپنے دیشوں کے راجیہ کرنے کی تو کتھا ہی کیا کہنی کنتو آریہ ورت میں بھی آریوں کا اکھنڈ سوتنتر سوادھین نربھے راجیہ اس سمے نہیں ہے جو کچھ ہے سو بھی بدیشیوں کے پاد اکرانت ہو رہا ہے۔" (ہندی ستیارتھ پرکاش طبع دوم صفحہ ۲۲۶) اردو ترجمہ۔ اب بدقسمتی اور آریوں کی سستی۔ غفلت اور آپس کے نفاق سے صرف یہی نہیں کہ اور ملکوں میں انکا راج نہیں ہے بلکہ انڈیا میں بھی آریوں کی پوری پوری خود مختار بے روک اور بیخوف حکومت نہیں جو ہے وہ شیبوں کے پاؤں تلے روندی جا رہی ہے :-

بدیشیوں کے راج سے آریوں کو دکھ و افلاس کے سوائے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا

سوامی دیانند کا کلام :- جب سودیش ہی میں سودیشی لوگ ویوہار کرتے اور پردیشی سودیش میں ویوہار و راجیہ کریں تو بنا دارد ریہ اور دکھ کے دوسرا کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔" (ہندی ستیارتھ پرکاش طبع دوم صفحہ ۲۶۲) اردو ترجمہ۔ جب اس دیش کے باشندے صرف اپنے ہی دیش میں کاروبار کرتے ہوں اور بدیشی لوگ اس ملک میں آکر نہ صرف تجارت بلکہ راج بھی کرتے ہوں۔ تو پھر اس ملک کے آدمیوں کو سوائے افلاس اور دکھ کے اور کیا نصیب ہو سکتا ہے :-

گئو رکھشا کی نام سے غیر ملک کے رہنے والوں کے خلاف نفرت پھیلانے کا کام

پنڈت دیانند کا کلام :- دیکھو جب آریوں کا راجیہ تھا تب یہ مہوا پکارک گائے آدی پشو نہیں مارے جاتے تھے۔ تبھی آریہ ورت وا نیہ بھوگوں دیشوں میں بڑے انند میں منش آدی پرانی رہتے تھے کیونکہ دودھ۔ گھی۔ بیل آدی پشوؤں کی بہوتاتی ہونیسے ان رس پشکل پراپت ہوتے تھے۔ جب سے بدیشی مانسا ہاری اس دیش میں آکے گئو آدی پشوؤں کو مارنے والے مدیہ پانی راج ادھکاری ہوئے تب سے کرم شا آریوں کے دکھ کی بڑھتی ہوئی جاتی ہے۔" (ستیارتھ پرکاش ہندی طبع دوم صفحہ ۲۶۶)

اردو ترجمہ:۔ دیکھو جب (دنیا میں) آریوں کا راجیہ تھا تب یہ سب گائے وغیرہ نہایت مفید جانور تو نہیں مارے جاتے تھے۔ اسی سبب سے آریہ ورت اور دنیا کے اور ملکوں میں انسان وغیرہ جاندار بہت آرام اور آسائش سے رہتے تھے کیونکہ دودھ گھی بیل وغیرہ چوپاؤں کی بہتات ہونے کی وجہ سے کھانے پینے کی چیزیں حسب دلخواہ میسر آتی تھیں۔ مگر جب سے گئوؤں وغیرہ کے مارنیوالے گوشت خور اور شراب نوش بدیشیوں نے اس ملک پر حکومت حاصل کی ہے تب سے آہستہ آہستہ آریوں کا دکھ بڑھتا جا رہا ہے۔

گوشت خوروں کے خلاف نفرت پھیلانیکا کام

سوامی دیانند کا کلام:۔ "ان پشوؤں کو مارنے والوں کو سب منشوں کی ہتیا کرنیوالے جانئے گا" (ہندی ستیارتھ پرکاش طبع دوم صـ۲۶۶)

اردو ترجمہ۔ ان جیوانوں کے مارنیوالوں کو سب انسانوں کے مارنے والا سمجھنا چاہئے۔

قتل کرنے کی تعلیم

سوامی دیانند کا کلام:۔ "یہ لکھ چکے ہیں کہ آریہ نام دہارمک بدوان اور آپت پرشوں کا اور ان سے بپریت جنوں کا نام دسیو ارتھات ڈاکو دشٹ ادہارمک اور ابدوان ہے۔ (ہندی ستیارتھ پرکاش طبع دوم صـ۲۲۵) اردو ترجمہ:۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ آریہ نام دہارمک عالم اور راستبازوں کا اور ان کے برعکس جو لوگ ہیں انکا نام ڈاکو بد افعال بے دین اور جاہل ہے۔

وشٹ پرشوں کے مارنے میں ہنسا کو پاپ نہیں ہوتا۔ چاہے پرسدھ مار چاہے اپرسدھ کیونکہ کرودھی کو کرودھ سے مارنا جانو کرودھ سے کرودھ کی لڑائی ہے۔"

اردو ترجمہ:۔ دشٹ پرشوں کے مارنے میں قاتل کو گناہ نہیں ہوتا خواہ وہ انہیں کھلم کھلا قتل کر ڈالے۔ خواہ چھپکر۔ کیونکہ غصہ والے کو غصہ سے مارنا گویا غصہ سے غصہ کی لڑائی ہے:۔

ویدوں کے نہ ماننے والوں کیلئے جلاوطنی کا حکم

سوامی دیانند کا کلام "جو ویدا ور وید انوکول آپت پرشوں کے لئے شاستروں کا اپمان کرتا ہے۔ اس وید نندک ناستک کو جاتی پنکتی اور دیش سے باہر کردینا چاہیئے۔ (ستیارتھ مذکورہ صفحہ ۵۳)

اردو ترجمہ:۔ جو ویدا ور ویدوں کے موافق راستباز شخصوں کے لکھے ہوئے شاستروں کی بے عزتی کرتا ہے ایسے وید کی نندا کرنیوالے ناستک کو قوم جماعت اور ملک سے باہر نکالدینا چاہیئے۔ اسپربس نہ کرکے سوامی دیانند نے اپنے رگوید بھاشیہ مطبوعہ سمت ۱۹۳۵ بکرمی کے صفحہ ۲۷ پر ایک وید منتر کا ترجمہ کرتے وقت اسبارے میں یہ ایک اور فتوی دیا ہے۔

"اور جو کہ ناستک نندک داد ہورت منش ہیں۔ وے سب ہم لوگوں کے تواس ستھان سے دور چلے جاویں۔ کنتو نشچے کرکے اور دیشوں سے بھی دور ہو جاویں"

اردو ترجمہ:۔ اور جو منکر (ویدوں کی) نندا کرنیوالے یا دھوکے باز انسان ہیں۔ وہ سب ہم لوگوں یعنی آریوں کے مقاموں سے دور چلے جاویں بلکہ تحقیق اور ملکوں سے بھی نکل جاویں:۔

غیر ویدک دھرمیوں کے بیخ و بن سے غارت کئے جانے کیلئے پرارتھنا

مبادا مذکورہ بالا وید منتر سے آریوں کو کچھ غلط فہمی ہو۔ اسلئے انکے لئے ایک اور پرارتھنا کے ہر روز کرنیکا حکم دیا ہے چنانچہ سوامی دیانند آریہ بھی ونے کے چھٹے ایڈیشن کے صفحہ ۵۵ پر رگوید کے منتر کی ویاکھیا کرتے ہوئے اپنے پیروں کو یہ پرارتھنا سکھلاتے ہیں۔

"ہے سب کے پالنے والے اور سب کو جاننے والے ایشور! . . . . . جو ناستک . . . . . وید ودیا اور دھرم کا ناش کرنیوالے منش سب ایک ایک کرکے دو ہوتس کرنیوالے ہیں ان سب دشمنوں کو آپ سموں ہت نشٹ کر دیجئے"

اُردو ترجمہ:۔ اے سب کو ان کی حالت کے موافق جاننے والے ایشور! ...... جو وید و نکے علم کے مخالف اناری لوگ سب کے بھلے کے یگیہ کو نشٹ کرنیوالے ہیں۔ ان سب دشٹوں کو جڑ سمیت غارت کر دیجئے۔

غالباً اسی تعلیم سے مؤثر ہو کر گورو کل کے ناظموں نے گورو کل سے ایک کتاب پرنس بسمارک نامی شائع کی ہے جسمیں آزادی کے سبق کی بار بار گردان کی گئی ہے۔ ہم حیران ہیں کہ ایک مذہبی سوسائٹی کو نپولین بونا پارٹ یا پرنس بسمارک کی سوانحعمری سے کیا کام گورو کل جیسے مذہبی ستھان کے لئے تو یہ زیبا تھا کہ ویدوں اور اپنشدوں وغیرہ کے تراجم شائع کرتا نہ کہ پرنس بسمارک اور نپولین وغیرہ نہ سرتا پار سی آدمیوں کی سوانح لکھنے بیٹھتا۔ اور پھر دوران جنگ میں پرنس بسمارک کی سوانحعمری شائع کرنا کسی طرح بھی زیبا نہیں تھا اس سوانحعمری پڑھنے والوں کے لئے کیا کیا اسباق دیئے گئے ہیں وہ ہم کچھ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:۔

سوانحعمری بسمارک ہندی مصنفہ مہاشہ اندر ویدا لنکار ایڈیٹر ستیہ دھرم پرچارک فرزند اکبر مہاتما منشی رام گورنر گورو کل حال سوامی شردہانند صاحب ص۲۔

آزادی حاصل کرنیکی تعلیم | انگلینڈ رہنے والے لوگ ہی کئی کارنوں سے گھر سے باہر جا کر امریکہ کے خالی پڑے ہوئے جنگلوں میں جا کر بسے تھے۔ دیر تک بس (آباد) کر انہوں نے وہاں وستیاں بسائیں۔ دیر تک انگلینڈ کے راجہ کا ہی امریکہ میں بھی راج رہا۔ امریکہ واسیوں (باشندوں) کو دھیرے دھیرے (آہستہ آہستہ) سوتنتر (آزاد) راجیہ (سلطنت) کا ابھیلاس (خیال) ہونے لگا۔ انہیں چھنٹے چھنٹے اپنے ہی بھائیوں کا راج کڑا (سخت) پرتیت (معلوم) ہونے لگا۔ اپنے گھر کے ساتھ جو پریم روپی سینا کی سوہاونی لڑی بندھ رہی تھی وہ لوہے کی زنجیر جیسی (معلوم ہونے) لگی۔ اور امریکہ کے دیسیوں نے اپنی سوادھینتا (آزادی) کے لئے لڑنا پرارنبھ (شروع)

کیا۔ یدھ (لڑائی) کی لہریں اُٹھنے اور گرنے لگیں۔ وجے (فتح) روپی پکھیرو (پرندہ) کبھی ادھر آنے لگا اور کبھی ادھر جانے لگا۔ انت کو لگ بھگ آٹھ سال باہر کے اور اندر کے سنگراموں کو پشچات امریکہ سوادھین (آزاد) ہو گیا۔ وہاں سے پرادھینتا (ماتحتی) کا دھبہ مٹ گیا۔"

ہم اس پر کوئی حاشیہ نہیں چڑھاتے آپ خود ہی اندازہ لگالیں کہ اس سے مصنف کی کیا غرض ہے اور پڑھنے والوں کے دلوں پر کیا اثر بیٹھتا ہے۔ مگر اسی پر اکتفا نہیں ہے یہی مصنف اسی کتاب کے صفحہ ۴ پر لکھتا ہے "اب ذرا اپنے چت چکور کو سوادھین بھومی (آزاد ملک) سے ہٹا کر فرانس کے سہاونے اور اوپجاؤ نگروں میں پہونچاؤ۔ امریکہ میں سوادھین (آزادی) اور ایکتا کا راجیہ (بادشاہت) ہوئے چھ برکھ (سال) نہیں گذرے کہ فرانس کے میدانوں میں کرانت روپی اگن (حملہ کی آگ) پرچنڈ (ظاہر) سکھائیں (لاؤ) آکاش (آسمان) کا چمبن کرنے لگیں۔ صدیوں کا پڑا ہوا پرانا اگن دمال دہک دہک کر جلنے لگا۔ سارے دیش میں کوئی وستو (چیز) نہ تھی جو آگ سے بچ گئی ہو چھبیس[۲۶] برس تک برابر یہ آگ کبھی کسی روپ میں کبھی کسی روپ میں جلتی رہی اس ساری اگن (آگ) کے اندر سے شبد (آواز) کیا نکلتی تھی۔ وہی سوادھینتا (آزادی) سماتتا بھراترتا یا مرتیو جو اودیش امریکہ کی انگریز پرجا (رعایا) کو اپنے انگلینڈ میں رہنے والے راجہ سے جدا کرنے کے لئے پریرک (محرک) ہو رہا تھا۔ وہی اودیش فرانس کی ریچ سیوتی پرجا کو اپنے راجیہ کے اور بڑے بڑے سدؤں کا یدھ کرانے کے لئے نیوجک تھا۔ یہ جدھ (جنگ) بھی سوادھینتا (آزادی) اور ایکتا کے لئے تھا۔ فرانس کی پرجا (رعایا) جہاں اپنے اوپر اتیاچاری راجیہ (ظالم سلطنت) کا سہن (برداشت) نہ کر سکتی تھی۔ وہاں وہ لارڈ پادری اور سادھارن پرجا کا بھید اڑانا چاہتی تھی۔ یہ کہنا کچھ بھی اشدھ (غلط) نہ ہوگا کہ فرانس کی راجیہ کرانت کے اور کارنوں میں سے ایک مکھ

کارن (سبب او لئے) امریکہ کے سوادھینتا (آزادی) کے یدھ (جنگ) کا اسپر پربھاؤ (اثر) بھی تھا۔"

اب ہم اسپر اپنا کوئی حاشیہ چڑھانا نہیں چاہتے۔ مگر حیرانی ہے کہ ایک مذہبی جماعت ہو کر ایسی کتاب لکھنی اور گورکل کے طلباء اور دیگر آریہ پبلک کے ہاتھوں میں ایسی کتاب پڑھنے کے لئے دینے سے جو مصنّف کا مقصد ہے وہ نہایت آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے ہمارے کسی حاشیہ کی ضرورت نہیں ہے یہی مصنّف آگے چلکر صفحہ ۵ پر لکھتا ہے۔ کہ

آزادی کو ہر وقت سامنے رکھنا چاہیئے

اس لیکھک (مصنّف) کا یہ وچار (خیال) ہے کہ وہ اپنے سودیشیوں (ہموطنوں) اور سو پاٹھکوں (پڑھنے والوں) کے سن مکھ (مدنظر) اس اَکّشات یدھ کی ان بڑی بڑی چاروں گھٹناؤں (تجاویز) کی اک مالا و پَستہت کرے ان چاروں گھٹناؤں کا اتہاس سوادھینتا (آزادی) کا اتہیاس ہے یہ لیکھک (مصنّف) اس سوادھینتا (آزادی) کے اتہیاس کو اپنے پاٹھکوں (پڑھنے والوں) کے سن مکھ (سامنے) رکھنا چاہتا ہے"۔

ایسی تحریروں کو پڑھ کر جو اثر ناظرین پر پڑ سکتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ ہمارے کسی حاشیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہ کتاب ہوم رول کے حامیوں کی طرف سے شائع ہوئی ہوتی تو ہمیں کوئی اعتراض نہ تھا کیونکہ "آزادی" کے گیت گانے اور خود مختاری کے راگ الاپنے ان لوگوں کا شیوہ ہے۔ مگر ایک مذہبی سوسائٹی اور گورکل کے ذمہ دار فرد کی طرف سے ایسی کتاب کا شائع ہونا از سرتاپا حیرت اور تعجب کا موجب ہے۔

آزادی کن لوگوں کو ملتی ہے :-

اس کتاب کے صفحہ ۱۵ پر لکھا ہے کہ پرتھم (اوّل) ولیم سمراٹ پد (رتبہ) کو پاکر بسمارک کا ریو (کام) کو پورا کرکے اور جرمن پرجا (رعایا) کو سوادھینتا (آزادی) اور ایکتا ان مل

(بیش بہا) امرتوں (آبحیات) کو پی کر جو انھیں لوگوں کو پراپت (حاصل) ہوتا ہے۔ جن کے اندر پران (جان) ہے۔ جن میں سورتھ تیاگ (ایثار) ہے اور جو ماترِبھومی (اپنے ملک) کی ویدی (مذبح) پر اپنے مانس (گوشت) اور لہو (خون) کو بلدان (قربانی) کرنیکے لئے تیار رہتے ہیں"

ہم اسپر کوئی حاشیہ نہیں چڑھاتے۔ مگر غور کرو۔ کہ پڑھنے والونکو کن زہریلے اثرات سے یہ کتاب مؤثر کرتی ہوگی۔ اور ان اثرات کو قبول کر کے نوجوان کس روپ میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اس کے لئے ہماری کسی تشریح کی ضرورت نہیں اسی پر اکتفا نہیں ہے۔ ذرا اور ملاحظہ فرمایئے۔ مذکورہ بالا کتاب کے مصنف اور ستیہ دھرم پرچارک کے ایڈیٹر اپنے ۲۲ جون ۱۹۱۱ء کے اشنوصہ پر تحریر فرماتے ہیں۔

ایڈیٹر ستیہ دھرم پرچارک کے نزدیک سرکاری خطابات حاصل کرنیوالے کیسے ہوتے ہیں

سمراٹ (شہنشاہ) کا جنم دن آیا اور چلا گیا۔ جانا جانا۔ وہ کئی بھارت واسیوں (ساکنانِ ہند) کے گلے میں اوپادھی (خطاب) کی مالا پہنا گیا۔ یہ مالا دشکیھتا سرکاری نوکروں کے گلے میں ہی پہنائی جاتی ہے۔ اوپادی ملکھ ہوتے دیکھ دل میں پرشن (سوال) اٹھتا ہے کہ ان اوپادھیوں (خطابات) کا مُل (قیمت) کیا ہے اوپادیوں کی قیمت بھن (مختلف) ویکتیوں کیلئے بھن بھن (مختلف) ہے۔ جو لوگ سنسار (دنیا) کی گت (حقیقت) کو نہیں جانتے [illegible]

[illegible] اپنے کرتویہ (فرض) کو نہیں پہچانتے۔ کھانا۔ پینا ہی جنکا جیون ہے اور مالک کے جوتے کے تسمے باندھنا جنکے لئے سورگ (بہشت) سامان (مانند) سکھپرو (آرام دہ) ہے ان کے لئے اوپادی (خطاب) چاہے وہ رائے صاحب ہی ہو۔ سمیرو پربت (ایک متبرک پہاڑ کا نام) کے سیان نعمت غیر مترقبہ سے معلوم ہے کے برابر مُل (قیمت) رکھتی ہے۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو جانتے ہیں کہ آجکل کی سرکاری اوپادہیان (خطابات) دوست دک سیوا (خدمت) سوگندھ (خوشبو) سے سوگندہت نہیں (خوشبودار نہیں) پرنتو خوشامدیہ ورد ہو (ملک کی دشمنی) جاتی ورد ہو (قومی دشمنی) دہرم دہرو (مذہبی دشمنی) کی بدبو سے سوگندت ہیں ان کے ساتھ بہت سے خوشامدی ٹٹو تھا (یعنی) جی حضوروں کا سمبندھ (تعلق) لگا ہوا ہے۔ ایسے لوگ اوپادہیوں (خطابات) کو لعن جہن اور داسنا کا پٹہ (طوق غلامی) سمجھتے ہیں۔ وہ آتی ہوئی اوپادہی (خطاب) کو دیکھ کر بھے (ڈر) کھاتے ہیں۔ اور دور سے ہی اس کے نوارن کے تین (اوپائے) کرتے ہیں۔

ایک مشہور مدبر انگریز سر ویلن ٹائن چرول کی رائے

مذکورہ بالا واقعات کے بعد جب ہم سر ویلن ٹائن چرول کی شہادت آریہ سماج کے متعلق پاتے ہیں تو زیر بحث امور کا ہر ایک پہلو ہمارے سامنے کھل کر آجاتا ہے۔ سر مدوح ایک بڑے پایہ کے مدبر انگریز ہیں۔ آپ اپنی مشہور کتاب موسومہ بہ "ہند میں شورش" کے آٹھویں باب "پنجاب اور آریہ سماج" کے صفحہ ۱۱۴ پر لکھتے ہیں "اس امر سے کہ کثرت سے آریوں نے بلاشبہ گذشتہ چند سالوں کی پولیٹیکل ایجی ٹیشن میں حصہ لیا۔ اس سرٹیفکیٹ کی تائید ہوتی ہے۔ جو دو سال ہوئے خود کرشن ورما نے اپنے قتل کی اشاعت کرنیوالے اخبار میں آریہ سماج کو دیا تھا اسنے نہ صرف یہی بیان کیا کہ ہندوستان کی پولیٹیکل بیداری کے لئے تمام تحریکوں میں کوئی بھی ایسی طاقتور تحریک نہیں ہے جیسی آریہ سماج بلکہ اسنے یہ بھی ایزاد کیا تھا کہ اس سوسائٹی کا مواج جیسا کہ اسکے بانی نے بیان کیا تھا۔ بالکل آزاد اور خود مختار قسم کی قومی گورنمنٹ ہے اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کرشن ورما کو دیانند نے اپنی جیون حیات میں اس پہلی منتظم سوسائٹی کا ممبر بنایا جو بعد میں اس کی وصیت کی ٹرسٹی تھی۔"

پنڈت شیام کرشن ورما ایم۔ اے سوامی دیانند کا راسخ الاعتقاد چیلا تھا۔

جن کو سوامی دیانند نے اپنی حین حیات میں اس انجمن اعلیٰ کا ممبر بنایا تھا جو سوامی دیانند کی موت کے بعد انکی ساری جائداد اور کام کی نگرانی کے لئے بنائی گئی تھی۔ آخیر یہ کرشن ورما جیسا خطرناک ایجی ٹیٹر ظاہر ہوا وہ ایک ظاہر و باہر امر ہے۔ آگے چلکر اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۲ پر سر ممدوح لکھتے ہیں "مگر اس بارہ میں شہادت بہت زبردست ہے کہ بہت سے دیگر ممبران آریہ سماج نے جن میں بہت سے سربرآوردہ اشخاص بھی شامل ہیں گذشتہ سالونکی باغیانہ شورش۔ (Sedition Agitation) میں پنجاب اور اس کے پڑوس صوبہ متحدہ میں نمایاں حصہ لیا ۱۹۰۷ء کے راولپنڈی کے بلوہ میں سرغنہ آریہ تھے۔ اور اس سخت درجہ مار دہاڑ والی (Violent) تحریک میں جو فساد کھڑے ہونیسے دو سال پہلے جاری ہوئی تھی۔ لالہ لاجپت رائے اور اجیت سنگھ سے بڑھکر کسی نے حصہ نہیں لیا اور یہ دونوں اشخاص مشہور آریہ تھے۔ انکی جلاوطنی سے دفعتاً پنجاب میں امن وچین ہو جانا یہ یقین کرنیکے لئے بدیہی ثبوت ہے کہ انہوں نے بدامنی پھیلانے میں حصہ لیا تھا"

اسکے آگے صفحہ ۱۱۷ پر سر ممدوح فرماتے ہیں "آریونکی نہ صرف بڑی کوشش انگریزی فوج میں لوگونکو بھرتی ہونیسے روکنے کی رہی بلکہ انہوں نے بعض اوقات علاً فوجوں (رجمنٹوں) کی وفاداری میں رخنہ پردازی کی ہے اور ان کے ایجنٹ دیسی فوجوں میں پھرتے پائے گئے ہیں" ہم ان اقتباسات دینے پر ہی اکتفا کرتے ہیں اپنی کوئی رائے ظاہر نہیں کرتے۔ ناظرین خود اندازہ لگالیں کہ آریہ سماج ایک مذہبی سوسائٹی ہے یا ایک سیاسی گروہ۔

رُوح اور مادہ کی ازلیّت کا ردّ

ایک واجب ہستی کے سوائے دوسری واجب بالذات شے کا ہونا عقلاً ممتنع ہے دنیا میں کوئی ایسی شے نہیں ہے جو خدا کے سوا الحی القیّوم زندہ اپنی ذات کیساتھ قائم دائم رہ سکتی اسلئے روح آپسے آپ بوجود ذاتی ہو نہیں سکتی ہر ایک شے کا وجود

بقا اور نمود اللہ ہی کے سہارے اور اُسی کے چمکانے سے ہے ماسوائے اللہ کوئی شے بوجود ذاتی موجود نہیں ہے اللہ خالق کل شیٔ وھو علیٰ کل شیٔ وکیل ہر شے مادہ روح اجسام کا خالق اللہ ہی ہے اور وہی ہر شے پر وکیل ہے یعنی ہر شے کا وجود بقا اور نمود اُسی کے سہارے سے ہے۔ بدیع السمٰوٰت والارض زمین و آسمان کا موجد وہی ہے ایک وقت تھا جبکہ زمین و آسمان وغیرہ کچھ نہ تھے کان اللہ لم یکن معہ شیٔ اللہ کی ذات ہی تھی اور اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو اپنی قوت ایجادیہ سے پیدا کیا تو زمین و آسمان اور ہر شے چمک اٹھی۔ اللہ نور السمٰوٰت والارض اللہ کے چمکائے بغیر کوئی شے اپنے انوار وجود کو آشکارا نہیں کر سکتی۔

دُنیا کا ذرہ ذرہ اس بات پر شاہد ہے کہ میرا کوئی مالک خالق ضرور ہے میں آپ سے آپ پیدا نہیں ہو گیا۔ اجسام و ارواح سب مخلوق اور حدوث کے رنگ سے رنگین ہیں۔ انسان کا اپنا کام نہیں کہ روح و جسم ملکر ہیئت کذائی اختیار کر لے اور خلعت انسانیت پہن لے۔ اور ہر ذرہ انت مالکی پکار رہا ہے ہر روح انت ربی کی صدا دے رہی ہے عالم کی جس چیز کیطرف دیکھو وہ خاص قیود سے مقید اور خاص حدود میں محدود ہے سب سے عظیم الشان وجود آفتاب ہی کیطرف دیکھو تو وہ صرف ایک منور بالذات جسم ہے وہیں خاص جگہ میں محدود ہے اور خاص صفت سے مخصوص۔ چاند کا کمال و زوال محتاج بیان نہیں۔ غرض کہ جو شے دنیا کی طرف دیکھو وہ محدود جگہ میں آئی ہے خاص احاطہ میں سمائی ہوئی ہے پھر یہ سب اشیاء یہانتک ناقص فی الذات اور بے بس ہیں کہ وہ جس فطرت پر مفطور اور جس تیجہ پر مجبول ہیں اُسے سر مو تجاوز نہیں کر سکتیں حیوۃ اظہر من الشمس ہے کہ وہ ضرور کسی عظیم الشان طاقت اور زبردست قوت کے بس میں پڑی ہوئی ہیں۔ اور اس کے ارادہ سے انکا ظہور و نمود ہے جس نے اپنی مرضی سے ہر ایک شے کو خاص خاص صفات و عوارض اُسے لاحق کئے ہیں۔ چاند سورج ستارے وغیرہ سب اجرام علوی و سفلی ہمیں محسوس و مدرک ہو رہے ہیں بلکہ ہم

نہیں جانتے کہ ان بیجان وجودوں کو اپنی ہستی تک کا بھی علم ہو جس سے سوائے نمود بے بود اور خدا تعالیٰ کی صنعت کا ایک نقش اور قدرت کا ایک پرتو ہونیکے ان اشیاء کو ہم بڑھ کر نہیں سمجھ سکتے۔ اس سے یقین اور حق الیقین ہوتا ہے کہ ان اشیاء کا ضرور کوئی خالق اور مالک ہے جس کی قدرت کا اثر صنعت کا نقش یہ کارخانہ ہے اور ضرور وہ ایک ہی ہے کیونکہ وہ سارا نظام عالم بلا تفاوت ایک ہی طرح پر چل رہا ہے۔ اور دنیا کی ہر ایک شے ایک ہی سلسلہ میں منتظم اور ایک ہی سلک میں منسلک ہے جس سے قطعی یقین ہوتا ہے کہ صرف ایک ہی کاریگر کے ہاتھ سے یہ ساری کل نکلی ہوئی اور ایک ہی ذات نے چابی دے رکھی ہے جس سے قیامت تک یہ کل اسی طرح چلی جائیگی۔ دُنیا کی ہر ایک شے حدوث کے رنگ سے رنگین ہے جس سے ثابت ہے کہ کوئی اُن کا محدث اور خالق ضرور ہے۔ ہر ایک وجود کو کوئی نہ کوئی نقص لاحق ہے جس سے ظاہر ہے کہ کسی کامل حکیم نے اپنی مرضی وارادہ سے ایسا کیا۔ آپ سے آپ ہونے والی چیز میں نقص ہو نہیں سکتا مقرن بوجودہ اپنے حق میں کوئی شے نقص قبول نہیں کر سکتی اور سوال ہوتا ہے کہ کیوں اس شے نے جسکا وجود خانہ زاد ہے (نہ عطائے غیر) اپنے وجود کے ساتھ ہی کوئی نقص لاحق کر لیا آیا اپنی مرضی سے یا کسی قاسر کے قسر سے۔ پہلا امر تو صریح باطل ہے اب دوسری بات رہ گئی کہ اور ذات نے جو اس سے بڑھ کر تھی اور اپنے ارادہ سے اسمیں یہ نقص لاحق کر دیا اور خاص خاص محدود صفات وعوارض کے ساتھ محدود ومقید کر دیا۔ پس ایک ذات واجب ہے جو آپ حدود وقیود سے باہر اور ہر ایک شے اُس کی مقررہ قیود سے بندھی ہوئی اور حدود سے مقید ہے۔ پس دنیا کو دیکھو ہر ایک چیز پر نظر ڈالو سب محدود ہیں جس سے یقین ہوتا ہے کہ کسی کامل اور غیر محدود ذات نے انکو بنایا۔ کوئی شے محدود یا کوئی شے ناقص آپ سے آپ ہو نہیں سکتی۔ آپ سے آپ ہونیوالی چیز جسکا وجود مستقل اور واجب ہے کب گوارا کر سکتی ہے کہ اپنے وجود کے ساتھ کسی نقص یا عیب کو لاحق کرلے۔ واجب شے کا اپنے وجود سے خود بخود ہی کسی عیب یا نقص

کو عارض کرلینا کوئی عقلمند جسکا استدلال صحیح منطق پر ہو ہرگز باور نہیں کرسکتا کسی چیز کو لو سورج کو چاند کو روح کو زمین کو جسم کو ایک ایک ذرہ کو انہیں بظاہر اگر نہیں کوئی اور نقص معلوم نہیں ہوتا تو اسکا محدود المکان میں مقید ہونا یہ تو صریح نقص انہیں موجود ہے اگر وہ شے آپ سے آپ ہے اور اسکا وجود واجب ہے تو یہ محدود مکان میں آنا اور خاص حدود و قیود سے مقید ہونا اسکو کہاں سے لاحق ہوا؟ وہ آپ سے آپ اور واجب ہو کر کیوں اپنی ذات کے ساتھ محدود اور مقید ہونا گوارا کرسکتی کیوں نہ ذات و صفات میں غیر محدود ہوئی یہی اصل ہے جسپر علم الٰہی کی بنیاد قائم ہے اور جس سے خدا تعالیٰ کا وجود یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے۔ دنیا کی ہر ایک شے کو ناقص اور محدود دیکھ کر دانشمند آدمی کا یقین حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے۔ کہ ان محدود الوجود اور ناقص فی الذات اشیاء کا خالق کوئی اور ہے۔ جو ان اشیاء موجودات سے وراء الوراء اور فوق الفوق اور صاحب عرش عظیم زبردست اور غیر محدود طاقتوں والا ہے جس نے اپنی حکمت اور قدرت سے یہ عالم بنایا اور اپنی دانائی سے ہر ایک چیز کو تناقض الخواص صفات و عوارض و حدود و قیود سے مقید کیا محدود اشیاء کے ملاحظہ سے اس محدِّد کی ضرورت ثابت ہے جس کی ذات سب سے بالاتر اور نرالی ہے جو عیب سے قدوس ہے نقص و عیب کو وہاں راہ نہیں اور الحی القیوم ذات ہے جس کے سہارے سے ذرہ ذرہ کا وجود بنا ہے اور ضرور وہ ایسا ہے کیونکہ اگر [illegible] سے زیادہ غیر محدود ہوسکتا کم نہیں ذات اور صفات میں غیر محدود ہستی ایک ہی ہوسکتی ہے اور ضرور ایک ہی ہے نہیں دوئی اور تثلیث کو راہ نہیں۔

علم الٰہی کی [illegible] سامنے پیش کرتے [illegible] اور [illegible] بالذات مانتے ہیں [illegible] سے زیادہ واجب [illegible] ہونا محالات سے ہے کیونکہ واجب وہ ذات ہے [illegible]

جو کمال کے اس درجہ تک پہنچی ہوئی ہو جس سے بڑھ کر تجویز کرنا ممکن ہی نہیں یعنی کہ وہ ذات و صفات میں غیر محدود ہو پس مادہ و روح جو محدود وجود رکھتے ہیں اور خاص قیود سے مقید اور نقصان کے داغ سے ملوث کیسے واجب بالذات اور قدیم ہو سکتے ہیں۔ واجب ذات تو وہی ہو سکتی ہے جو غیر محدود کمالات رکھتی ہو۔ اور مادہ و ارواح بالکل محدود وجود اور محدود صفات رکھتی ہیں۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ جو شے خود بخود ہو اُسے کمال کے اُس درجہ پر ہونا چاہیئے جس سے بڑھ کر کمال تجویز کرنا ممکن ہی نہیں کیونکہ اگر ایک شے خود بخود ہو اور کمال کے اس درجہ تک نہ ہو جس سے بڑھ کر تجویز کرنا ممکن ہی نہیں یعنی کمالیت میں محدود ہو۔ تو سوال ہوگا کہ یہ شے اپنا ذاتی اور مستقل وجود رکھتے ہوئے کمالات میں کیوں ایک حد تک جا ٹھیری۔ اُسمیں غیر محدود کمالات کیوں نہ پائے گئے آیا اس کی اپنی ہی مرضی سے یا غیر کی مرضی سے۔ اگر اپنی مرضی سے تو یہ خلاف عقل ہے۔ کوئی شے موجود بوجود ذاتی اپنے حق میں نقص نہیں قبول کر سکتی اور اگر دوسرے کی مرضی سے تو یہ شے خود بخود اور واجب نہ رہی بلکہ دوسرے کی مرضی کے تابع ہوئی جو اس سے بڑھ کر ثابت ہوا ایسا ہی جو شے کمال کے اُس درجہ پر ہو جس سے بڑھ کر تجویز کرنا ممکن ہی نہیں اسکا خود بخود ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ اگر ایک شے کمال کے اس درجہ تک ہو جس سے بڑھ کر تجویز کرنا ممکن ہی نہیں اور اُسے خود بخود نہ مانا جاوے بلکہ دوسرے کا مخلوق اور ذات اور صفات میں غیر کا دست نگر مانا جاوے تو وہ پھر کمال کے اُس درجہ تک نہ رہی جس سے بڑھ کر تجویز کرنا ممکن ہی نہیں بلکہ اُس سے کمال میں وہ شے بڑھ گئی جو اس کی خالق اور محتاج الیہ ہے اس اصل سے ظاہر ہے کہ مادہ اور ارواح جو ذات و صفات میں محدود ہیں کبھی خود بخود واجب اور قدیم نہیں ہو سکتے۔ ایسا ہی اگر مادہ اور ارواح قدیم اور واجب بالذات ہوتے تو کبھی ذات و صفات میں محدود اور دوسرے کے دست نگر اور اسکی ماتحت نہ ہوتے وہ باتیں ہم ماده و ارواح میں ایک دوسرے پر غالب نا ترجیح بلامرجح ہے۔

مادہ اور روح کو ناقص اور محدود مانکر واجب بالذات ماننے میں ایک نقص دیہ لازم آتا ہے کہ اگر خداکو بھی واجب اور قدیم قرار دینے کے باوجود ناقص بالذات اور محدود فی الصفات مان لیا جائے تو کوئی دلیل اسکو روک نہیں سکتی کیونکہ تینوں ہم رنگ واجبوں میں سے جب ایک میں نقص اور عیوب پائے گئے تو دوسرے میں بھی اگر پائے جائیں تو اسکے روکنے کیلئے کونسی دلیل ہے غرضکہ مادہ و روح کے قدیم اور واجب ماننے سے خداتعالیٰ کی کمالیت بلکہ الوہیت پر کوئی دلیل نہیں رہتی جب ایسے وجود جو محدود اور ناقص ہیں خود بخود مانے گئے تو کچھ ضروری نہیں کہ خداوند تعالیٰ ہی خود بخود ہو کر ضرور کامل ہو اسکو ناقص اور محدود مان لیا جائے تو منطقی دلیل کوئی روک نہیں سکتی ہاں بلکہ اگر روح اور اجسام کا باہمی تعلق اور انتظام کائنات کا سلسلہ ہی خود بخود چلتا ہوا مان لیں ۔ ۔ ۔ ۔ اور خدا کو سرے سے تسلیم نہ کریں تو بھی کوئی دلیل اس سے مانع نہیں ہو سکتی غرضیکہ روح اور مادہ کو ازلی مانکر خداوند تعالیٰ کی ہستی سے بھی دوسرے رنگ میں ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔

ناقص شے سے کامل شے کیطرف لیجانا محدود چیز سے غیر محدود چیز کا سراغ لگاتا ہی تو وجود الٰہی پر استدلال کی اصل تھی۔ ناقص اور محدود ہستی جب واجب اور خود بخود ٹھیر گئی تو خدا کے ناقص اور محدود ماننے سے کونسی دلیل روک سکتی ہے اور خدا کی ہستی کا کیا ثبوت؟ ہاں ارواح و مادہ اور مخلوقات جب ذات و صفات میں محدود اور حدوث کے رنگ سے رنگین مانے جائیں تو سب سے ایک محدود محدث کیضرورت پڑی جو اپنی ذات میں کامل ترین اور غیر محدود اور اللہ کے نام سے موسوم ہے اور جسنے تمام ارواحکو خاص خاص عوارض و صفات لاحق کیئے اور انکو اپنی مرضی کے تابع حال کا شیفتہ اور اپنی طرف میلان کرنیوالا بنا دیا :-

آریہ سماج کا راجپوتوں کی قومیت پر خطرناک حملہ

مشہور آریہ پروفیسر بالکرشن ایم اے گورو کل کانگڑی اپنی تصنیف موسومہ بھارت ورش کا سنکھشت اتہاس (ہندوستان کی مختصر تاریخ) جسے منیجر بھارت لٹریچر کمپنی لمیٹڈ لاہور نے اروڑ ونش پریس آر لاہور میں چھپوایا تھا اسکے پرتھم بھاگ (حصہ اول) کے صفحہ ۱۰۷ پر آریہ سماج کی مشہور انسٹی ٹیوشن گورو کل کانگڑی کے پروفیسر راجپوت

قوم کے حالات کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ

"راجپوتوں کی اوتپتی (پیدائش) کا وکھیان (بیان) براہمن سے یہاں سروتر ہی کہنا پریاپت (مناسب) ہوگا کہ راجپوت لوگ پراتن آریوں۔ یونانیوں۔ پارتھیا والوں۔ شکوں۔ گوجروں ترکوں۔ آد (وغیرہ) جاتیوں (اقوام) کی جنہوں نے ہندو دھرم تھا دیا سبھیتا (تہذیب) سویکار (اختیار) کر لی تھی سنتان (اولاد) تھے۔"

مذکورۃ الصدر سطور میں آریہ پروفیسر نے صاف الفاظ میں راجپوت اقوام کو جنہیں چندر بنسی ہونے کا فخر ہے اور جو اپنا شجرہ نسب شری راماچندر اور شری کرشن جی مہاراج سے ملاتے ہیں انہیں گوجروں اور ترکوں وغیرہ کی اولاد قرار دیا ہے۔ آج سے چار سال قبل جب یہ کتاب شائع ہوئی تھی تو آریہ پروفیسر صاحب کی اس تحریر نے راجپوتوں کے جذبات کو نہایت نامناسب طریق سے مجروح کیا تھا اور راجپوت گزٹ نے اپنے ڈیفنس کے لئے ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا تھا۔ اور آریہ پروفیسر صاحب کی اس تحریر کو راجپوت قوم کیلئے بدرجہ غایت ہتک اور بے عزتی قرار دیا تھا۔ مگر آریہ سماج نے کوئی توجہ نہ کی تھی۔ مگر اب جبکہ حالات میں بہت حد تک تبدیلی آچکی ہے۔ اور آریہ سماج کو اپنی شدھی کے معاملہ میں راجپوتوں کی بہت ہمدردی کی ضرورت ہے۔ تو کیا آریہ سماج اب بحیثیت مجموعی اس تحریر سے جس نے راجپوت اقوام کو بہت صدمہ پہونچایا ہے۔ دست کش ہونے کے لئے تیار ہوگی +

...AR JUNG ES...
Oriental
URDU PRIN...